ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۴ھ
۲۲ مئی سنہ ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میرے پھول ہیں

حضورِ اکرمؐ کے ارشاداتِ عالیہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ام الفضل رضی اللہ تعالےٰ عنہا جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی چچی تھیں آپ کے پاس آئیں اور عرض کیا۔

"حضورؐ میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا :-

"چچی یہ تو بڑا اچھا خواب ہے۔"

ام الفضل رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے اس خواب کے چند دن بعد ہی سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۵ شعبان سنہ ۴ھ ۵ جون سنہ ۶۲۶ء کو مدینہ میں پیدا ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا :-

"میرے جگر پارہ کو میری گود میں دو"

آپ نے نومولود کو گود میں لے کر کان میں اذان کہی۔ پھر آپؐ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ام الفضل رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی گود میں دے دیا۔ اس طرح ان کا خواب پورا ہو گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عقیقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جانور ذبح کئے اور ان کے سر کے بال منڈوا کر ہموزن چاندی خیرات کی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا محبت تھی جب بھی آپ بیٹی کے گھر تشریف لے جاتے تو ان کو گود میں اٹھا لیتے پیار کرتے اور ان کو اس طرح سونگھتے، جیسے پھولوں کو سونگھا جاتا ہے اور فرماتے :-

یہ دنیا میں میرے پھول ہیں (ترمذی)

ترمذی کی ایک اور روایت ہے :-

"یہ دونوں میرے بچے اور میری بیٹی کے لڑکے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے اور ان سے محبت رکھنے والوں سے محبت فرما۔"

ترمذی

ایک مرتبہ آپ سیدۃ النساء بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رونے کی آواز آئی بے قرار ہو کر رک گئے اور بیٹی کو آواز دے کر کہا :-

فاطمہ رضؓ! کیا تم نہیں جانتیں اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

ایک مرتبہ ایک صحابی بارگاہ رسالت میں آئے تو دیکھا حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کاندھے پر سوار ہیں کہنے لگے :-

"کیا اچھی سواری ہے"

حضورؐ نے فرمایا :- "اور سوار بھی تو اچھا ہے"

ایک بار حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھوٹے نواسے کے ہاتھوں کو تھامے ہوئے تھے اور حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاؤں حضورؐ کے پاؤں پر رکھے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی محبت سے فرما رہے تھے :-

اے ننھے قدموں والے چڑھ آ اوپر چڑھ آ"

بچہ جسم اطہر پر چڑھنے لگا آپؐ نے اس کے قدموں کو اپنے سینہ پر ٹکا لیا پھر فرمایا۔

اے اللہ اسے محبوب رکھ اور میں اسے محبوب رکھتا ہوں"

ایک دن دونوں بھائی حسنؓ اور حسینؓ رضی اللہ عنہما بچپن میں کھیلتے کھیلتے لڑ پڑے پھر ماں کے پاس ایک دوسرے کی شکایت کرتے ہوئے آئے بی بی فاطمہ رضؓ نے فرمایا۔

مجھے اس بات سے غرض نہیں کہ حسینؓ نے مارا یا حسنؓ نے پہ تو یہ جانتی ہوں کہ تم دونوں پر اللہ تعالےٰ خفا ہونگے۔ کیونکہ وہ لڑائی جھگڑے کو پسند نہیں کرتے

یہ سنکر دونوں بھائیوں نے سر جھکا لیا اور کہا :-

اچھی جان اب معاف کر دیجئے آئندہ ہم کبھی نہ لڑیں گے :-

بی بی فاطمہ رضؓ نے کہا :-

معافی اپنے خدا سے مانگو چلو وضو کرو اور مصلے پر کھڑے ہو جاؤ۔"

دونوں بچے اللہ کے حضور کھڑے ہو گئے اور بھولے پن کے ساتھ اللہ سے معافی مانگنے لگے۔

خانوادۂ نبوت میں بچوں کی تربیت کا یہی انداز تھا۔ ہر بات پر ان کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی توجہ دلائی جاتی تھی بچپن میں جو بات بچوں کے ذہن نشین کرائی جاتی ہے وہی مستقبل میں ان کی شخصیت اور کردار پر اثر انداز ہوتی ہے۔

بچوں کو ان کے قصوروں پر اللہ سے ڈرانے اور ان کے مطالبات پر اللہ تعالےٰ سے طلب کرنے کی اس طرح تلقین کی جاتی رہے تو بچپن ہی سے ان کے ذہن میں خدا کا خوف اور خدا کی محبت رچ جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں نواسوں کو اکثر ساتھ رکھتے تھے نماز پڑھتے وقت انہیں اپنے پاس بلا لیتے کہیں دعوت ہوتی تو ان کو بھی ساتھ لے جاتے بچپن ہی سے دونوں بچے رسالت مآب کے رہن سہن طور طریق رکھ رکھاؤ سے واقف ہوتے جاتے تھے ایسی تربیت حضرت علیؓ کے سوا بہت کم کسی کو نصیب ہوئی ہوگی حضرت علیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن سے پالا اور تربیت کی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ٹوکرے میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی کھجوروں کا یہ ٹوکرا صدقہ زکوٰۃ میں آیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا "کخ کخ" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو زکوٰۃ کا مال کھانے کی اجازت نہیں ہے۔"

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :-

حسنؓ حسینؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کشتی لڑا کرتے تھے۔"

باقی بر صفحہ ۱۱

خدام الدین

ایڈیٹر مناظر حسین نظر

فون ۶۷۵۴۵

سالانہ چندہ ۱۱ روپے
ششماہی ۶ روپے
سہ ماہی ۳ روپے

جلد ۱۰ | ۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۲ مئی سنہ ۱۹۶۴ء | شمارہ ۳

پاکستان کے دشمن

پاکستان جب سے معرض وجود میں آیا ہے اسے دو قسم کے دشمنوں سے پالا ہے۔ ایک اس کے اندرونی دشمن ہیں اور دوسرے بیرونی ـــــ اندرونی دشمنوں میں سرِ فہرست وہ ملازم ہیں جو پاکستان کے خزانہ سے بڑی بڑی تنخواہیں وصول کرتے ہیں لیکن اپنے مناصب اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کرتے۔ محض حاضری لگانے کے لئے دفاتر میں آتے ہیں اور کام نام کو بھی نہیں کرتے اس طرح یہ قومی و ملکی سرمائے اور وقت کے ضیاع کا باعث بنتے ہیں دوسرے نمبر پر وہ افسران ہیں جو کنبہ پروری، اقربا نوازی اور فرقہ پروری کا شکار ہیں اور اپنوں کو نوازنے کے لئے سب کچھ کر گزرتے ہیں ـــــ جہاں تک ہمارے تجزیہ کا تعلق ہے اس طبقہ کے افراد کا نہ کوئی کردار ہے اور نہ یہ کسی اصول کے پابند ہیں ـــــ انہیں صرف اپنی کرسیوں کی حفاظت مطلوب ہے اور ہر چڑھتے سورج کی پوجا کرنا اپنا نصب العین حیات سمجھتے ہیں ـــ ہمارا مشاہدہ ہے کہ یہ لوگ کرسیوں اور اپنے مفاد کی خاطر سب روحانی و اخلاقی قدریں پامال کر کے رکھ دیتے ہیں ان کا اصول یہ ہے کہ جو پارٹی برسرِ اقتدار آئے اس کے ساتھ ہو جائیں اور جھوٹی سچی خوشامد سے اسے خوش رکھیں۔ حالانکہ سرکاری افسران و ملازمین کو اصولاً اور بنیادی طور پہ پارٹی پالیٹکس (Politics) سے علیحدہ رہنا چاہیئے اور جو حکومت بھی برسرِ اقتدار ہو اس کی سچی وفاداری کرنی چاہیئے اور حکومت کی طرف سے تفویض کردہ ذمہ داریوں کو اپنے مفاد سے بالاتر ہو کر ایمانداری اور دیانتداری سے پورا کرنا چاہیئے لیکن پارٹی بازی اور سیاسیات کا شکار نہ ہونا چاہیئے ان کے بعد پاکستان کے اندرونی دشمنوں میں رشوت خور اور عوام سے بدسلوکی روا رکھنے والے سرکاری افسران کا نمبر آتا ہے جو حکومت اور عوام کے درمیان سچا رابطہ قائم نہیں ہونے دیتے اور عوام ان کی بدسلوکیوں سے تنگ آ کر اور بے انصافیوں کا شکار ہو کر حکومت کو کوسنے لگتے ہیں۔ نتیجۃً عوام کے دل سے ملکی حکمرانوں کی سچی قدر و منزلت نکل جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو محکوم محض سمجھنے لگتے ہیں اور یہ جذبات عوام کے دل میں محض ان بدکردار سرکاری ملازمین کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ حکومت رشوت کے انسداد کے لئے محکمے قائم کرتی ہے پوسٹر چھاپتی ہے رشوت خوروں کو ملک کے دشمن قرار دیتی ہے اور افسران و ملازمین کو عوام سے بہتر سلوک کرنے کی ہدایت کرتی ہے مگر پھر بھی ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ بے نیاز ہو کر اپنی من مانی کارروائیوں میں مشغول رہتے ہیں جس کی وجہ سے حکومت کا وقار لوگوں کی نظروں میں کم ہوتا ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ حکومت کی طرف سے چھپے ہوئے پوسٹر "رشوت خور پاکستان کے دشمن ہیں" میز پہ رکھے ہوتے ہیں یا دیوار پہ چسپاں ہوتے ہیں لیکن ان کے سایہ میں بیٹھا ہوا ملازم رشوت سے مٹھی گرم کرتا ہوا نظر آتا ہے ہمارے خیال میں ان تمام برائیوں کا انسداد اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ لوگ مذہب سے وابستہ نہ ہو جائیں اور خدا کا خوف عوام و حکام کے دل میں پیدا نہ ہو ـــ دوسری طرف حکومت کو بھی اس سلسلے میں بہت زیادہ مستعد ہونا چاہیئے اور سخت گیر پالیسی اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ اگر محض تقریروں کے بل بوتے پہ اصلاح حال ہو سکتی تو پولیس اور فوج کی ضرورت نہ رہتی۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ محکمہ انسداد رشوت ستانی میں نیک اور پرہیزگار افسروں کو بھرتی کرے اور جن افسروں کے خلاف اس سلسلے میں مقدمات قائم ہوں انہیں بلا رو رعایت قرار واقعی سزا دے سرکاری ملازمین کے عیوب سے چشم پوشی بجائے خود ایک عیب ہے اور اس سے صورت حال بگڑتی ہے بنتی نہیں۔ ان کے علاوہ بلیک مارکیٹ کرنے والے، ذخیرہ اندوز، ناجائز نفع کمانے والے، خورد و نوش میں ملاوٹ کرنے والے اور عوام میں منافرت کے جذبات کو ہوا دینے والے بھی پاکستان کے بدترین اندرونی دشمن ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو ان کے ڈانڈے بھی سرکاری افسران و ملازمین سے ملے ہوتے ہیں ـــ اگر انہیں کسی کی شہ نہ ہو اور انہیں علم ہو کہ جرم بے نقاب ہو جانے کے بعد انہیں سخت سزا ملے گی تو یہ جرم سے باز آ جائیں یا کم از کم جرائم میں کمی ہو جائے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ یہ سب جرائم علی الاعلان ہوتے ہیں اور مجرموں کو علم ہوتا ہے کہ وہ ناجائز کمائے ہوئے سرمائے کا کچھ حصہ خرچ کر کے محکمہ احتساب کے ہاتھوں سے آزاد ہو جائیں گے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جرائم میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے اور اصلاح حال کی کوئی صورت کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی عوام ایسے ہی ملک دشمن عناصر کے ہاتھوں مشکلات میں گرفتار ہیں ـــ انہیں ہوشربا گرانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور کوئی چیز خالص میسر نہیں آتی جس کے نتیجہ میں لوگ طرح طرح کے امراض کا شکار ہو رہے ہیں اور قومی و ملکی سرمایے کا ضیاع ہو رہا ہے۔

بیرونی دشمنوں میں دو قسم کے ممالک ہیں ایک وہ ممالک ہیں۔ جو کھلم کھلا پاکستان کی مخالفت کر رہے ہیں ان ممالک میں نمبر اول بھارت کا ہے جو کشمیر اور نہری پانی کے مسائل کے ذریعہ پاکستان پہ ضرب کاری لگا رہا ہے دوسرے وہ ممالک ہیں جو ہمارے حلیف ہونے کے باوجود ہمیں

باقی صفحہ

مجلس ذکر: یکم محرم الحرام ۱۳۸۴ھ ۱۴ مئی ۱۹۶۴ء

قلب کو ذکر اللہ سے زندہ رکھیئے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

بزرگانِ محترم!

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضری اور یادِ الٰہی کی توفیق دی — یہ اُسی کا احسان اور فضل ہے کہ ہم سب یہاں اکٹھے ہو کر ذکر کی برکات سے متمتع ہوتے ہیں ورنہ اگر وہ نہ چاہے تو ہمیں یہاں حاضری کی سعادت نصیب نہ ہو اور اللہ کا پیارا اور مبارک نام ہماری زبان سے ایک مرتبہ بھی ادا نہ ہو سکے —— دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ ہی یہ توفیق فرمائے اور ہماری زبان ہر گھڑی اس کے پاک ذکر سے تر رہے۔ (آمین)

بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے جس طرح جان و مال کا حساب لے گا اُسی طرح ہمارے ایک ایک سانس کا بھی حساب لے گا کہ تم نے اسے کس طرح اور کس حال میں صرف کیا۔ یہ دنیا دار العمل ہے جو عمل کرے گا اس کا ثمرہ پائے گا اور ہاتھ پاؤں توڑ کر نکما بیٹھنے والا دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوگا اور آخرت میں بھی رسوا ہو کر عذاب جہنم کا سزاوار ٹھہرے گا۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے —

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ

دنیا آخرت کی کھیتی ہے

جو نیکی کرے گا اسے نیک بدلہ ملے گا اور جو بدی کرے گا اُسے بُرا بدلہ ملے گا جب یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص جو کا بیج بو کر گندم کاٹے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ بدی کا بیج بو کر نیکی کا پھل کھایا جائے اسی لئے کہا گیا ہے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

ہمیں لازم ہے کہ ہر گھڑی نیک عمل کریں اللہ کی یاد میں شاغل رہیں — کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشعل راہ بنائیں اسلاف کی راہ پر چلیں، نیکیوں کے طریقہ کو زندہ کریں اور ان لوگوں کے زمرہ میں شامل ہو جائیں جن کے متعلق حق تعالےٰ شانہٗ نے یہ بشارت دے رکھی ہے کہ نہ تو انہیں اپنی پچھلی زندگی کا غم ہوگا نہ آئندہ خوف ہوگا قرآن عزیز کا واضح اعلان ہے

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

کیوں نہیں! جس نے اپنا منہ اللہ کے تابع کر دیا اور وہ نیک کام کرنے والا ہے تو اس کا ثواب اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

اس فرمان شاہی سے صاف ظاہر ہے کہ جو اللہ کا حکم مانے گا اور نیکی اختیار کرے گا وہ کامیاب ہوگا اور پھر ایسا کرنے والے کو نہ تو اپنے ماضی کا غم ہوگا اور نہ مستقبل میں کسی خوف سے دوچار ہونا پڑے۔ یاد رکھیئے! یہی اطمینان اللہ اللہ کے نیک بندوں اور اولیاء اللہ کی نشانی ہے اور یہ دولت اللہ کی یاد اور احکام الٰہی کی پابندی سے نصیب ہوتی ہے

برادرانِ اسلام! حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کے دکھوں اور غموں سے نجات پانے کا فقط ایک نسخہ ہے اور وہ نسخہ میرا اور آپ کا تجویز کردہ نہیں بلکہ حکیم مطلق اور احکم الحاکمین کا تجویز کردہ ہے اس کا ارشاد ہے

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

خبردار اللہ کے ذکر کے بغیر دلوں کو کبھی چین کی دولت میسر نہیں آ سکتی۔ اب اس ارشاد ربانی کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی یہ سوچے کہ اس نسخہ کے استعمال کے بغیر بھی چین کی دولت ہاتھ آ سکتی ہے تو یہ اس کے دماغ کا فتور اور عقل کا فقدان ہوگا۔ عقلمندی کی بات نہ ہوگی

درحقیقت اگر دین میں غور کیا جائے تو نہ صرف اطمینان قلب ہی ذکر اللہ پر موقوف ہے بلکہ انسان کی حقیقی زندگی بھی ذکر الٰہی سے قائم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا ان کی مثالیں زندہ اور مردہ کی سی ہیں" یعنی ذاکر زندہ ہے اور غافل مردہ، اب اس ارشاد سے صاف واضح ہے کہ انسان کی روحانی اور قلبی زندگی کی روح بھی ذکر اللہ ہے جس کی بدولت اس کا دل زندہ ہے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ اصل زندگی تو دل ہی کی زندگی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے قلب کو ذکر اللہ سے زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے!

محترم حضرات!

اگر میں یہ کہوں کہ ہماری بہت سی برائیوں کا باعث ذکر اللہ سے دوری ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ ہمارے اعمال پر جو مُردنی طاری ہے اس کی بھی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم نے "اللہ اللہ" کرنا چھوڑ دیا ہے۔ جب مائیں بچوں کو گود میں اللہ کے نام کی لوری دیا کرتی تھیں اور انہیں "اللہ اللہ" کرنا سکھایا کرتی تھیں تو بچے بڑے ہو کر فریدالدین گنج شکرؒ اور قطب الدین بختیار کاکیؒ بنا کرتے تھے لیکن آج معاملہ بالکل دگرگوں ہے۔ آج کی مائیں بچے کے منہ سے گالی سن کر خوش ہوتی ہیں اور باپ پیار سے بچے کو حرامزادہ کہہ کر پکارتے ہیں جب حالت یہ ہو تو بچے بڑے ہو کر ایکٹر بننے کی تو سوچ سکتے ہیں لیکن اللہ والے بننے کی فکر نہیں کر سکتے۔

حال ہی کا ایک واقعہ ہے کہ میں اپنے ایک کام سے کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں دیکھا کہ مٹھائی بانٹی جا رہی ہے۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ مٹھائی کس خوشی میں تقسیم کی جا رہی ہے تو پتہ چلا کہ بچے نے پہلی مرتبہ گالی دی ہے۔ اب اندازہ فرمایئے جس بچے نے بولنے کی ابتداء گالی سے کی ہو اس کی انتہا کیا ہوگی؟ پھر بچے کے والدین کی عقل کا ماتم کرنا چاہیئے کہ گالی دینے پر بھی مٹھائی

باقی بر ص۱۱

خطبہ جمعہ ۲ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ ۱۵ مئی ۱۹۶۴ء

بلند اخلاقی مسلمان کا امتیازی نشان ہے

اور

اسلامی ضابطۂ اخلاق ہی پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل کر سکتا ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ہ

ترجمہ:۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرو اور قرابت والے اور یتیم مساکین اور قریبی ہمسائے اور اجنبی ہمسائے، پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور نوکر چاکر سب کے ساتھ احسان کرو۔ اللہ یقیناً اترانے والے اور بڑائی کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا۔

بزرگانِ محترم!

اسلام کے پیغمبر جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے ان کا لایا ہوا دین اسلام بھی ساری کائنات کے لئے رحمت ہے پس اس کی رحمت ہی کا تقاضا ہے جو مذکورہ بالا آیت میں جلوہ گر ہے۔

یاد رکھیئے!

حقوق اللہ کی ادائیگی یعنی شرک سے خالی عبادت انسان کو محبوب خدا بنا دیتی ہے اور انسان اسی کی بدولت دنیا و آخرت میں کامیاب و بامراد ہو سکتا ہے اسی کی بدولت انسان کے دل میں خدا کی عظمت اور اپنی ذلت نمایاں ہوتی ہے، خوف خدا کا غلبہ ہوتا ہے اور انسان تمام احکام خداوندی کی تعمیل میں مستعد رہتا ہے چنانچہ حق تعالےٰ سبحانہ نے اپنے بندوں کو پہلے عبادت خالص کا حکم دیا اور پھر احسان کا دامن والدین سے چل کر اقربا، یتامیٰ، مساکین، مسافروں، ہمسایوں، غلاموں اور صاحب سلامت رکھنے والوں تک پھیلا دیا۔ پھر تنبیہ بھی کر دی کہ جو شخص ان پر احسان نہ کرے، بے رخی برتے وہ گویا اتراتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے، متکبر ہے خدا کا نافرمان ہے اور خدا اس سے ناراض ہے اب اس حکم خداوندی پر غور فرمایئے اور بتایئے کیا ایک سچا مسلمان سب انسانوں کے لئے رحمت نہیں اور کیا اسلام کا یہ حکم نیکیوں کا سرچشمہ اور اخلاق کا بلند ترین مقام نہیں؟ مگر افسوس مسلمانوں نے اس آیت پر عمل چھوڑ رکھا ہے اور انہیں بار بار اسی کی تلقین کرنا پڑتی ہے۔ کاش! مسلمان اس آیت پر عمل پیرا ہوتے اور دیکھتے کہ صرف ان کے عمل سے ہی دین حق کی تبلیغ ہوتی ہے یا نہیں؟ میرا یقین ہے کہ اگر مسلمان صرف اسی آیت پر مکمل عمل کر لیں تو وہ چلتے پھرتے مبلغ بن جائیں ان کے عمل سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تبلیغ ہو اور دوسرے انہیں دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ اسلام سچا مذہب ہے ان کے نبی کی تعلیم اعلےٰ اور ارفع ہے اور یہی وہ دین ہے جو انسانیت کا نجات دہندہ ہے۔

برادرانِ محترم!

اسلامی اخلاقیات کا نظام زندگی کے ہر گوشے پر حاوی ہے لیکن بدقسمتی سے ہم نے اپنی آنکھیں اس طرف سے بند کر رکھی ہیں یقین جانیئے اگر تمام انسان اسلام کی اخلاقی تعلیم کو مشعل راہ بنائیں تو یہ دنیا جنت نظیر بن سکتی ہے اور معاشرتی بدحالی کا رونا آن واحد میں ختم ہو سکتا ہے۔ اب اسلام کی اخلاقی تعلیم کے چند نظائر ملاحظہ فرمایئے!

خیرات اقربیٰ و مساکین اور مسافر کا حق ہے اُن پر احسان نہیں

قولہ تعالےٰ: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ہ (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۲۶)

ترجمہ: اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے دو اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْھُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ تَرْجُوْھَا فَقُلْ لَّھُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ہ (بنی اسرائیل آیت ۲۸)

ترجمہ: اور اگر تجھے اپنے رب کے فضل کے انتظار میں کہ جس کی تجھے امید ہے منہ پھیرنا پڑے تو ان سے نرم بات کہہ دے

مقصد

یہ ہے کہ اگر کسی وقت مال نہ ہونے کی وجہ سے ان کی خدمت نہ کر سکیں تو انہیں درشتی سے جواب نہ دیں بلکہ نرمی سے سمجھا دیں۔

یہ اسلامی اخلاقی تعلیم کا امتیازی اور انتہائی کمال نہیں تو کیا ہے کہ اسلام کے خدا نے صدقہ و زکوٰۃ اور خیرات کو محتاجوں کا حق قرار دیا۔ اور اسے ان پر احسان سے تعبیر نہیں کیا۔ لوگ خیرات کر کے سمجھتے ہیں کہ انہوں نے غرباء مساکین پر بڑی مہربانی کی ہے لیکن اسلام کا اصول رحمت یہ کہتا ہے کہ رزق خدا دیتا ہے اور غرباء مساکین بھی خدا کے بندے ہیں۔ اس لئے خیرات ان کا حق ہے نہ کہ ان پر احسان ۔۔۔ دیکھیئے جو ضرورت سے بچے وہ خیرات کرو اور ایسا نہ کرو کہ اپنی ہی ذات پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرو کیونکہ یہی اسراف ہے اور اسراف خدا تعالےٰ کو قطعاً پسند نہیں

ہے کوئی مذہب جو اس عالمگیر رحمت و ہمدردی اور ہمہ گیر اخلاقی تعلیم کی مثال پیش کر سکے۔ ہاتو برھانکم ان کنتم صادقین

یتیم کے مال کو بدنیتی سے ہاتھ نہ لگاؤ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ

بھی اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ ص وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ ج اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا ہ

ترجمہ! اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر جس طریقہ سے کہ بہتر ہو جب تک وہ اپنی جوانی کو نہ پہنچے اور عہد کو پورا کرو بے شک عہد کی باز پرس ہوگی۔

حاصل

یہ کہ یتیم بچے کے مال کو بدنیتی سے ہاتھ نہ لگاؤ اور ایفائے عہد کا ہمیشہ خیال رکھو۔

ناحق مال کا کھانا سب کے نزدیک بُرا ہے مگر اسلام کے احکام مصلحت عقل کے مطابق امتیازی شان لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہاں یہ فرمایا کہ یتیم کے مال کے نزدیک مت جاؤ۔ یہ بھی فرما دیا کہ حفاظت کرنے سنوارنے اور نیک نیتی سے اُسے بڑھانے کے لئے ہاتھ لگانا درست ہے۔ یہ اس لئے فرما دیا کہ ایسا نہ ہو کہ یتیم کا مال خراب و برباد ہو رہا ہو اور اور کوئی بچانے کے لئے بھی اسے ہاتھ نہ لگائے کیونکہ ممانعت ہے ۔۔۔ رہ گیا ایفائے عہد تو اس کی اہمیت ہر طبقہ و خیال کے افراد کے نزدیک مسلم ہے۔

زنا کے قریب بھی نہ جاؤ

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ط وَسَآءَ سَبِیْلًا ہ

ترجمہ! اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بُری راہ ہے

اس حکم میں امتیازی شان یہ ہے کہ ان اسباب اور وسائل کو بھی حرام کر دیا جو زنا تک لے جانے والے ہیں۔ مردوں عورتوں کا اختلاط، آپس میں مل بیٹھنا، خوش گپیاں اڑانا کلبوں اور پارٹیوں میں شریک ہونا، ہنسی مذاق ایک ہی مکان کے اندر غیر محرم مرد و زن کی بود و باش، عورتوں کی تصاویر کی نمائش، دلربائی اور حسن نمائی کے طریقے نظر بازی وغیرہ سب اس حکم کے تحت ناجائز اور حرام ہیں اس حرمت کو مضبوط کرنے کے لئے سَآءَ سَبِیْلًا کے الفاظ فرما کر یہ بھی بتا دیا کہ جو کوئی زنا کرتا ہے وہ اپنے گھر تک زنا کے لئے راستہ بناتا ہے یعنی وہ جس راہ پر چل کر دوسرے کے پاس پہنچتا ہے اسی راہ پر چل کر دوسرے اس کے گھر آ جاتے ہیں

حضرت یوسف علیہ السلام نے زانی کو ظالم کہا ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں ہے:۔

اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ہ

ظلم کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے

یہاں حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے زانی کے لئے لفظ ظالم فرما کر زنا کی بہت سی برائیوں کو آشکارا کر دیا ہے۔ درحقیقت زنا کرنا نہ صرف خود پر ظلم کرنے کے مترادف ہے کہ اس سے اخلاق، روپیہ اور خون تباہ و خراب اور فاسد ہو جاتے ہیں اور پیدا ہونے والی نسل کا ذخیرہ ضائع ہو جاتا ہے بلکہ یہ کئی مفاسد کا پیش خیمہ ہے اور اپنے خاندان، زانیہ، اقربائے زانیہ، شوہر زانیہ، مولود اور ملک و قوم پر بھی ظلم ہے

زنا خاندان پر ظلم ہے

اپنے خاندان پر زنا اس لئے ظلم ہے کہ جو شخص زنا کرتا ہے وہ اپنے خاندان کے لئے ایک نمونہ قائم کرتا ہے وہ ایک راہ بناتا ہے جس راہ کے ذریعے زنا آسانی کے ساتھ اس کے گھر میں داخل ہو جائے گا تجربہ اور مشاہدہ اس کی ہزاروں مثالیں پیش کر سکتے ہیں

زنا زانیہ پر ظلم ہے

زانیہ پر زنا اس لئے ظلم ہے کہ جب عورت ایک بار زنا میں آلودہ ہو جاتی ہے تو اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور وہ بے حیائی میں روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے۔ حیا اور عصمت عورت کا حجاب ہیں اگر یہ حجاب ایک مرتبہ تار تار ہو جائے تو اسے بے حیائی اور زنا کی لت پڑ جاتی ہے اور پھر اس کی اصلاح مشکل سے ہوتی ہے

زنا زانیہ کے اقربا پر ظلم ہے

زنا عورت کے خاندان اور رشتہ داروں پر اس لئے ظلم ہے کہ انہیں سخت ندامت اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کی عزت کو بٹہ لگ جاتا ہے۔ وہ شرم سے آنکھیں نہیں اٹھا سکتے اور یہ کوفت اور صدمہ ان کے دل پر ہمیشہ رہتا ہے۔

زنا زانیہ کے شوہر پر ظلم ہے

زانیہ کے شوہر موجودہ پر زنا اس طرح ظلم ہے کہ اس کے حق میں مداخلت کی گئی، اس کی رسوائی کی گئی، اس کے مال کا وارث ایسے مولود کو بنایا گیا جو اس کے نطفہ سے نہ تھا اور وراثت میں جس کا کوئی حصہ نہ تھا۔ بننے والے شوہر پر یوں ظلم ہوا کہ جس اعتماد پر اسے شادی کرنا ہے اس میں اُسے دھوکہ دیا گیا۔

زنا مولود پر ظلم ہے

زنا پیدا ہونے والے بچے پر بھی ظلم ہے۔ کیونکہ یا تو ایسے بچے کو ضائع کر دیا جاتا ہے یا اس کی تربیت صحیح نہیں ہوتی۔ مزید براں اس کی زندگی ہمیشہ ننگ و عار کی زندگی بن جاتی ہے اور ہر کوئی اُسے ذلت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

زنا ملک و قوم پر ظلم ہے

زنا کے باعث نسلیں محفوظ نہیں رہتی ہیں وہ اوصاف و خصائل جو خصوصیات خاندان ہوتے ہیں تباہ ہو جاتے ہیں۔ صحت عامہ کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ اوصاف قومی گم ہو جاتے ہیں زنا کے جراثیم گنہگار والدین سے ان کی آئندہ اولاد میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اور ان سب امور کا دائمی نقصان قوم کو اور پھر ملک کو اٹھانا پڑتا ہے، چنانچہ اسلام نے نہ صرف زنا بلکہ زنا کے محرکات تک کو حرام دے کر کتنے بڑے فتنہ سے امت کو محفوظ رہنے کی راہ دکھائی دی۔ لیکن افسوس ہے کہ اتنی عمدہ اور پاکیزہ تعلیم کے ہوتے ہوئے بھی ہم گناہوں میں ملوث ہو جاتے ہیں اور اسلامی اخلاق و اطوار کو اختیار نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی اخلاق کو اپنانے کی سعادت نصیب فرمائے اور زنا کے محرکات تک سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین

حفظ جان

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ط اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا ہ

(بنی اسرائیل آیت ۳۳)

اور جس جان کو قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے ناحق قتل نہ کرنا اور جو کوئی ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی کے واسطے اختیار دے دیا ہے لہٰذا قصاص میں زیادتی نہ کرے۔ بے شک اس کی مدد کی گئی ہے

انسانی جماعتیں افراط و تفریط کا شکار ہو رہی ہیں بعض کے نزدیک قتل عام مذہب تھا اور بعض کے نزدیک قاتل کا قتل بھی ظلم مگر اسلامی اخلاقی تعلیم کا وہ حصہ جو "حق العباد" کہلاتا ہے اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ جہاں اس نے جان لینے کی ممانعت کی اور جان کی حفاظت کی وہاں قاتل کی جان لینے کا حکم بھی دیا کیونکہ قصاص بھی دراصل انسانی جان کی حفاظت ہی کے لئے ہے۔ مگر سزا کا حکم دیتے ہوئے بھی

باقی بر صفحہ ۱۵

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم

جانشینِ رسول امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت

سید فضل الرحمٰن جعفری

مسجد نبوی جو بے شمار نورانی مجلسوں کی جلوہ گاہ تھی۔ جس کے بام و در سے رشد و ہدایت کے چشمے اُبلتے تھے، اور جس کی فضاؤں میں ایمان و یقین کی شمع جلا کرتی تھیں —— وہاں ایک المناک اور لرزہ خیز منظر یہ بھی دیکھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی عبا سے ایک خنجر نکالا اور ایک عارف کامل کے سینے میں بھونک دیا۔ اور مسجد کی مقدس زمین ایک مرد خدا کے خون سے رنگین ہوگئی — یہ بڑا ہی ہولناک منظر تھا کلیجے پھٹ رہے تھے، ذرہ ذرہ کانپ اٹھا تھا۔ قاتل کون تھا؟ اور مقتول کون۔ قاتل نے کیسے جرأت کی، اور مقتول کس طرح شکار ہوا یہ ایسی داستان ہے، جس نے بے شمار روحوں کو تڑپایا اور بے حساب دلوں کو برمایا۔

○

یہ ۲۳ھ کی بات ہے، مسلمانوں کے محبوب خلیفہ حضرت فاروق اعظمؓ فریضہ حج ادا کر کے واپس مدینہ ہوئے تھے —— اور مدینے کی گلی گلی میں بڑی چہل پہل تھی۔ فاروقی دربار آراستہ تھا۔ لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا دربار خلافت میں حاضر ہونے والوں میں ایک شخص ابولؤلو بھی تھا، جو اپنی حاجت لے کر آیا تھا اس کے چہرے پر عقیدت و نیازمندی کی ایسی جھلک موجود تھی کہ جس سے اس کی نسبت کوئی بُرا گمان قائم ہی نہ کیا جا سکتا تھا پھر خلافت کے اس نورانی ماحول میں فکر و خیال کے کسی پروانہ سے بھی بُرائی اور بدگمانی کا کوئی تصور قائم نہ ہو سکتا تھا۔ بلاشبہ یہ اولوالعزم خلیفہ کا دربار تھا، جو اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لئے معمور تھا۔ جو صداقت کا پیکر، اور عدل کا مجسمہ تھا اس کا دربار روم و ایران کے سلاطین کی طرح نہ تھا۔ جہاں آدابِ شاہانہ کے بندھن موجود ہوں —— حضرت عمر فاروقؓ کے دربار میں حاضری کے لئے اذن عام تھا اور اس لئے لوگ بلا روک ٹوک آ رہے تھے اور بے جھجک عرض مدعا کر رہے تھے ——

یہ ابولؤلو! مجوسی تھا اور فن نقاشی اور نجاری میں اپنے عہد کا مانا ہوا کاریگر تھا۔ اور اس کی صنعت گری کی شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی۔ اور وہ واقعی وہ اس اعتبار سے اس وقت یگانہ روزگار سمجھا جاتا تھا۔ یہ ابولؤلو حضرت مغیرہؓ کا غلام تھا۔ اور اسے اپنے آقا سے کچھ شکایت تھی اس نے عرض کیا "امیر المومنین! مغیرہؓ نے مجھ پر ٹیکس کا اتنا بوجھ ...... ڈال دیا ہے کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میرا یہ کام آپ کی ادنیٰ توجہ کا محتاج ہے۔ للہ! اسے کم کرا دیجئے

امیر المومنین:۔ ابولؤلو! یہ ٹیکس جو تم بتا رہے ہو کچھ زیادہ نہیں تاہم میں مغیرہ سے تمہاری سفارش ضرور کروں گا۔"

○

یہ سن کر ابولؤلو! دربار خلافت سے خاموش ہو کر چلا گیا لیکن اس کے دل میں خلیفۃ المسلمین کی طرف سے غبار بھر گیا تھا۔ اور یہ خلش اس کے دل میں اس وقت سے تھی جب سے ایران پہ اسلام کا پرچم لہرانے لگا تھا۔ ابولؤلو! آتش پرست تھا۔ اس لئے اس واقعہ سے اس کا سینہ حضرت عمر فاروقؓ کی عداوت کے انگاروں سے بھرا ہوا تھا۔ اور چونکہ خلیفۃ المسلمین کے جواب میں اس کی خواہشوں اور تمناؤں کا خون نظر آ رہا تھا اس لئے اس کے دل پہ مایوسی، نامرادی کی گھٹائیں چھاگئیں اور اس کا طائر ذہن فاسد، اور ناپاک ارادوں کی طرف پرواز کرنے لگا وہ اپنے نہاں خانۂ دل میں ایسے منصوبوں کی صورت گری کرنے لگا تھا۔ جن سے وہ اپنے سینے میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کو بجھا سکے۔ فاروق اعظم کی دشمنی ایندھن بن کر اس کے دل کے تنور میں جل رہی تھی۔

ابولؤلو! جب چلا گیا۔ تو امیر المومنین نے ارشاد فرمایا "یہ شخص مجھے دھمکی دے کر گیا ہے"

امیر المومنین کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ اگرچہ بہت سے کانوں نے سنے تھے۔ لیکن شاید امیر المومنین کے الفاظ میں — آپ کے لہجے میں —— آپ کے طرز تکلم میں — آپ کی صوت و آہنگ میں جو گہرا تاثر پنہاں تھا۔ وہ کسی نے نہ سمجھا ہو — یہ الفاظ، یہ لہجہ، یہ طرز ادا، یہ صوت و آہنگ۔ سب پکار پکار کر اعلان کر رہے تھے کہ سمندر کی خاموش موجیں کسی آنے والے مہیب طوفان کا پتہ دے رہی ہیں۔ اور یہ ساکت لہریں کسی عظیم ہستی کو اپنی آغوش میں سمیٹنے کے لئے کسی پوشیدہ مقام میں تڑپ رہی ہیں۔

○

نیک اور صالح لوگ اپنے رہوار فکر کی باگیں ہمیشہ اچھے دوستوں کی طرف موڑتے ہیں۔ اور وہ اصحابؓ جن کے دلوں کے فانوس میں ہمیشہ ایمان کی روح پرور روشنی موجود رہتی تھی۔ ابولؤلو! کے فاسد ارادوں سے کیسے بے خبر ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ کا دربار تو کھلا ہوا تھا۔ کافر کے لئے بھی — مومن کے لئے بھی۔ امیر کے لئے بھی — غریب کے لئے بھی —— شاہوں کے لئے بھی —— گداؤں کے لئے بھی۔ یہاں انصاف تھا، حق پرستی تھی، انسان دوستی تھی۔ یہاں نفاق نہیں تھا۔ عداوت نہیں تھی۔ یہاں بے انصافی کا نشان تک نہ تھا۔

○

ایک دن مسجد نبوی میں امیر المومنین حضرت عمرؓ فجر کی نماز کے لئے محراب مسجد کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اور صفوں کی درستی کا منظر دیکھ رہے تھے

آپ کی نگاہ ایک اجنبی پہ پڑی جس نے اپنی وضع قطع اور لباس سے اپنا اصل چہرا چھپا رکھا تھا۔ لیکن آپ نے اس طرف سے اپنی توجہ ہٹالی۔ اور نماز کی تیاری میں مصروف ہو گئے اجنبی نے صف سے نکل کر اپنی عبا کے نیچے سے دودھاری خنجر نکالا اور بڑی چابکدستی سے امیر المومنین پہ پے در پے کئی وار کئے اور فرار ہو گیا۔ امیر المومنین نے فرمایا۔

"لوگو اس کتے کو پکڑو۔ اس نے مجھے کاٹ کھایا"

○

لوگ ابولؤلو! کی طرف جھپٹے۔ لیکن وہ ایک خونخوار درندہ بنا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ اور اس کے خنجر کی روانی کا یہ عالم تھا کہ وہ جس جسم سے چھو جاتا خون کے فوارے چھوٹنے لگتے۔ اس کے دست و بازو میں فولاد کی خاصیت پیدا ہو گئی تھی۔ اور آخرکار اس خنجر نے تیرہ آدمیوں کو سخت زخمی کیا جن

باقی بر صفحہ

نماز میں جماعت کی اہمیت

مرتبہ: قاری فیوض الرحمٰن گورنمنٹ ڈگری کالج ایبٹ آباد ہزارہ

قرآن کریم کے پہلے ہی پارہ میں اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ٥ (البقرہ آیت نمبر ۴۳)

ترجمہ: اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ۔ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

یعنی باجماعت نماز پڑھا کرو۔ پہلے کسی دین میں باجماعت نماز نہ تھی اور یہود کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ صرف امور مذکورہ بالا نجات کے لئے تم کو کافی نہیں، بلکہ تمام اصولوں میں نبی آخر الزمانؐ کی پیروی کرو۔

نماز بھی ان کے طور پر پڑھو۔ جس میں جماعت بھی ہو اور رکوع بھی۔"

قرآن کریم کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی جو اہمیت ہے آج کل کے ہمارے بہت سے نمازی بھائی یا تو اس سے آشنا نہیں اور یا غفلت کی وجہ سے اس کے اہتمام میں کوتاہی کرتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث میں متعدد طریقوں سے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے کہ جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کے متعلق آپؐ نے اپنی سخت ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے ایک دن ارشاد فرمایا

"میرے جی میں ایسا آتا ہے کہ کسی دن یہاں نماز شروع کرنے کا حکم دوں اور نماز پڑھانے کے لئے کسی دوسرے کو مقرر کر جاؤں۔ اور خود چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے بھی ہوں ان لوگوں کے گھروں پر پہنچ کر جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں ان کے گھروں کو آگ دیدوں —— (رواہ مسلم عن ابی ھریرہؓ)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ

لَوْلَا مَا فِی الْبُیُوْتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالذُّرِّیَّۃِ اَقَمْتُ صَلٰوۃَ الْعِشَآءِ وَاَمَرْتُ فِتْیَانِیْ یُحَرِّقُوْنَ مَا فِی الْبُیُوْتِ فِی النَّارِ

"اگر ان گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں یہاں عشاء کی نماز شروع کراتا اور اپنے چند نوجوانوں کو حکم دیتا کہ وہ ان کے گھروں اور گھروں کی تمام چیزوں کو آگ میں جلا دیں۔"

گویا جماعت سے نماز نہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اتنا سنگین جرم ہے کہ ایسے لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دینے کو آپ کا جی چاہتا ہے (۳) اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ آپ نے جماعت کی فضیلت و اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ہم نے مسلمانوں کا وہ وقت دیکھا ہے کہ جماعت سے غیر حاضر صرف ایسے ہی منافق ہوتے تھے جن کا نفاق معلوم اور مسلم ہوتا تھا اور ایسا ہوتا تھا کہ بیمار آدمی دو آدمیوں کے بیچ میں گھسٹتا ہوا لایا جاتا تھا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ (اور وہ جماعت سے ہی نماز پڑھتا تھا۔"

اور شیخ ابن قیم ابن المنذر کی "کتاب الاوسط" سے نقل کرتے ہیں:۔

عبداللہ بن مسعود رضؓ اور ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے ہم کو یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا "جس نے اذان سنی اور اس پر لبیک نہیں کہا (یعنی مسجد میں حاضر ہو کر جماعت سے نماز نہیں پڑھی)، تو اس کی نماز اس کے سر سے آگے نہیں جاتی (یعنی قبول نہیں ہوتی)، الّا یہ کہ اس کو کوئی شرعی عذر ہو۔"

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا، کہ:۔ کسی آدمی کے کان میں پگھلا ہوا رانگ بھر دیا جائے یہ اس کے لئے اس سے اچھا ہے کہ اس کے کان میں اذان کی آواز آجائے اور وہ اس پر لبیک کہہ کر شریک جماعت نہ ہو۔"

"کتاب الصلوٰۃ لابن القیمؒ"

نیز اس کتاب میں شیخ موصوفؒ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد خاص مجاہدؒ سے نقل کرتے ہیں ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا کہ ایک آدمی ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا تو آپؓ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گا۔ اس شخص نے پھر اگلے دن آکر یہی مسئلہ پوچھا اور حضرت ابن عباس رضؓ نے پھر وہی جواب دیا۔ یہاں تک کہ وہ سائل مہینہ بھر آ آ کر یہی مسئلہ پوچھتا رہا اور حضرت ابن عباسؓ ایک ہی جواب دیتے رہے کہ وہ جہنم میں جائے گا

اور شیخ ابن القیمؒ کی اسی "کتاب الصلوٰۃ" میں ہے "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور مکہ میں اس کی اطلاع پہنچی تو عتاب بن اسید جو مکہ پر حضورؐ کی طرف سے حاکم مقرر تھے، اہل مکہ کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور اس میں یہ بھی کہا کہ اگر مجھے کسی کے متعلق یہ معلوم ہوگا کہ وہ مسجد میں آکر جماعت سے نماز ادا نہیں کرتا ہے تو خدا کی قسم! میں ضرور اس کی گردن اڑا دوں گا۔

فی الحقیقت دین میں جماعت سے نماز پڑھنے کی اہمیت وہی ہے جو ان احادیث و آثار سے معلوم ہوتی ہے۔ اور اسلام ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا کہ بلا عذر شرعی کوئی آدمی تنہا اپنی نماز پڑھے، اور واقعہ یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کے ساتھ دین کے جو نہایت اہم اور اعلیٰ مقاصد و مصالح وابستہ ہیں ان کا تقاضہ یہی ہے کہ جماعت کے بارے میں شارع کا رویہ اتنا ہی سخت ہو، جیسا کہ بعض ائمہ سلف کا مسلک ہے کہ جو نماز بلا عذر شرعی بغیر جماعت پڑھی جائے وہ سرے سے ادا ہی نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب تنہا پڑھنے کی بہ نسبت ۲۷ گنا زیادہ ہوتا ہے" بخاری و مسلم

لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خیر الرسلؐ کی خیر الامت ان کے ارشادات کو بھی بھول بیٹھی، یہی وجہ ہے کہ آج ہماری نمازیں اس تاثیر سے خالی ہیں جو کہ ہمارے اسلاف کی نمازوں میں تھی، آج بھی اگر ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں اگر ایک روپیہ کی تجارت کرنے سے کسی بازار میں ۲۷ روپے نفع ہو تو ہم سب اسی بازار میں حصول نفع کے لئے پہنچ جائیں، حالانکہ یہ نفع دنیوی ہے یہ ختم ہونے والا ہے۔ آقائے نامدار کے فرمائے ہوئے منافع اُخروی ہیں جن کے ختم ہونے کا

باقی صفحہ

مولانا ابوالکلام آزادؒ

حادثہ کربلا

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسماعیلؑ
اقبالؒ

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ خون آلود حرفوں میں لکھا گیا اور اشک بار آنکھوں سے پڑھا گیا ہے۔ لیکن اس درد انگیز واقعہ اور ماتم خیز حادثہ کے اندر شریعت اسلامیہ کی بے شمار بصیرتیں مضمر تھیں۔ جن کو خون کی ان چادروں نے چھپا دیا اور ہزاروں اسوۂ ہائے حسنہ مخفی تھے جن کو آنسوؤں کے سیلاب بہالے گئے!

اس لئے اب ہم کو قدیم زمانے کی مجلس ہائے ماتم میں ایک نئے حلقۂ ماتم کا اضافہ کرنا چاہئے اور خون آلود آنسوؤں کا جو چشمہ ہمارے زخم رسیدہ دلوں سے ابل رہا تھا۔ اس کو کچھ دیر کے لئے ملتوی کرکے خود واقعۂ شہادت کو اسرار شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ بنانا چاہئے

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر ماتم کرنے کا یہ ایک نتیجہ خیز طریقہ ہوگا اور شریعت نے اُمت محمدیہ کو اسی قسم کے طریق ماتم کی ہدایت فرمائی ہے۔

دنیا میں اسلاف پرستی کا فطری مادہ ہر قوم کے اندر ہمیشہ موجود رہا ہے۔ اسی بنا پر تمام قوموں نے اپنے اسلاف کا ماتم مختلف طریقوں سے منایا ہے۔ اور ان کے اعمال کو آئندہ نسل کی عبرت و بصیرت کے لئے زندہ رکھنا چاہا ہے۔ لیکن ان تمام طریقوں میں جو طریقہ سب سے مقبول ہوا ہے۔ وہ وہی ہے جس کی بنیاد دنیا کی بت پرستی نے رکھی اور دراصل اصنام پرستی کی زنجیر عمل کی پہلی اور آخری کڑی اسی کو سمجھنا چاہئے۔ پہلی اس لئے کہ بسا اوقات انسانوں نے اسی راہ سے اصنام پرستی کی منزل پائی اور آخری اس لئے کہ بت پرستی خود تو چلی گئی۔ مگر اپنا نقش قدم اس شکل میں اب تک چھوڑ گئی ہے۔

ہمارا اشارہ اسلاف پرستی کے اس طریقہ کی طرف ہے۔ جس کی بنا پر مشاہیر ملک و قوم کے مجسمے (اسٹیچوز) بنائے جاتے ہیں۔ اور ان کو اس لئے نصب کیا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے ذریعہ قوم کو ہمیشہ مشاہیر کی یاد دلائی جائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت

اگرچہ اسلاف پرستی کا یہ نہایت قدیم طریقہ تھا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک اس قسم کے متعدد مجسمے قائم ہو چکے تھے اور ان کی علانیہ پرستش کی جاتی تھی لیکن یونان و مصر نے ان مجسموں پر تمدن و تہذیب کا آب و رنگ چڑھا کر ان کو اور بھی شاندار اور دلفریب بنا دیا۔ آج یورپ بانیاں تہذیب و تمدن کے دیوتاؤں کی جو نمائش مجسموں کی شکل میں کر رہا ہے۔ ان کے اندر یونان کی اس قدیم تہذیب کا عکس صاف نظر آتا ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی سطح پر بھی تصویروں کی جو صفیں نظر آ رہی ہیں۔ ان میں بھی اس کی جھلک پائی جاتی ہے۔

لیکن اسلام ایک دین خالص تھا۔ جو توحید خالص کو قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور انسانی عظمت کی ان تمام راہوں کو ہمیشہ کے لئے دروازہ بند کر دینا چاہتا تھا۔ جو کسی حال میں بھی الٰہی عظمت کے نقطہ تک پہنچ سکتی تھیں یا

پس وہ کسی طرح بھی قیام ذکر و بقائے عظمت کا ایسا طریقہ اختیار نہیں کر سکتا تھا جس میں پڑ کر دنیا بار بار ٹھوکر کھا چکی تھی۔

اسلام نے ظاہر ہوتے ہی دنیا کے تمام اعمال و معمولات پہ نظر ڈالی۔ اور ہر عمل کی حقیقت و روح کو لے لیا اور غیر مناسب و غیر موزوں جسم و لباس کو چھوڑ دیا

وحشت نے جن حقیقتوں کو تاریک پردوں میں چھپا دیا تھا وہ دفعتہً چاک ہو گئے جہالت نے جن موتیوں کو پتھروں کے ڈھیروں میں گم کر دیا تھا۔ وہ ان سے الگ ہو کر دنیا کے دامن مراد میں آ گئے، غیر معتدل تمدن نے جن کھلی ہوئی بصیرتوں کو خوشنما چادروں کے آب و رنگ میں رازِ سربستہ کی طرح مقفل کر دیا تھا۔ یکسر فاش ہو گئے اور حقیقت آفتاب کی طرح علانیہ بے نقاب ہو کر ہر انسان کو نظر آئی۔ قرآن حکیم نے اس انقلاب کو ان مختصر لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

"خدا مسلمانوں کا دوست اور ساتھی ہے ان کو ہر طرح کی انسانی تاریکیوں سے نکال کر فطرت صالح کی ربانی روشنی میں لاتا ہے مگر کفار کے دوست ان کے طاغوت ہیں جو ان کو خدا کی بخشی ہوئی روشنی سے نکال کر جہل و ضلالت کے اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں (۲:۲۵۸)"

یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا۔ جس کی جھلک اسلام کی تمام تعلیمات میں نظر آتی ہے۔ اعاظم مشاہیر پر ماتم کرنے کا طریقہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ چنانچہ قدماء کی یادگار قائم کرنے اور ان کے اعمال و آثار کے زندہ رکھنے کا طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آتا تھا۔ اسلام نے اس میں بھی ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔ اس نے مسلمانوں کو مجسموں کی شکل میں اسلاف پرستی کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ بت پرستی تک لے جاتی ہے اور اسلام زندہ انسانوں کے شرف کو پتھروں کے آگے نہیں جھکانا چاہتا۔ مگر اس نے مشاہیر کرام اور اسلاف صالحین کے نمونوں کے فوائد عظیمہ کو بھی ضائع ہونے نہ دیا اور ان کے اثر کو اس طرح حی و قائم کر دیا۔ کہ ہر مومن کے آگے ان کی عملی زندگی کے نمونے پیش کر دئے اور کہا کہ دن میں پانچ بار جب خدا کے حضور آؤ تو.... صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت مانگو ساتھ ہی تشریح کر دی۔ کہ صراط مستقیم انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی راہ علم و عمل ہے۔ اور اسی لئے ان کے نمونے ہر وقت تمہارے سامنے رہنے چاہئیں۔

پس ماتم کی رسم پر وحشت نے جن تاریک پردوں کو ڈال کر اصل حقیقت کو چھپا دیا تھا اور تمدن و تہذیب نے ان پردوں کو نظر فریب کا رنگ چڑھا کر جن بصیرتوں کو گم کر دیا تھا اسلام نے ان سب کو چاک چاک کر دیا۔ اور مغز حقیقت جن چھلکوں میں چھپا ہوا تھا ان سے نکل کر علانیہ آشکار ہو گیا۔

قرآن حکیم میں انبیائے سابقین کے قصص مذکور ہیں ان کے اندر درحقیقت انہی بصائر و حکم کی روح مضمر ہے۔ جو مجسموں کے قالب میں حلول کر کے بالکل بے اثر اور محض ظاہر فریب ہو جاتی تھی۔ قرآن مجید قدماء و اعاظم رجال کی یادگاروں کے قائم کرنے کے اصل مقصد کو اسوۂ حسنہ کے

جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور مسلمانوں کو جابجا اس پر توجہ دلاتا ہے۔ چنانچہ تم بار بار انہی صفات پر پڑھ چکے ہو۔ کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ حیات کو مسلمانوں کا قبلۂ وجوہ کعبۂ انظار قرار دیا۔

"تمہارے لئے حضرت ابراہیمؑ کی حیات طیبہ ہیں اور ان کی زندگی ہیں جو ان کے ساتھی ہیں پیروی کے لئے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے۔" (۶:۴۶)

اس بنا پر اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جو اسلاف پرستی کے صحیح اصول پر اسلامی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسی صحیح اصول کے مطابق چاہئے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت کے اندر عزم و استقلال، صبر و ثبات، استبداد شکنی قیام جمہوریت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جو عظیم الشان بصیرتیں موجود ہیں۔ ان کی یاد کو ہر وقت تازہ رکھیں اور کم از کم سال میں ایک بار اس مذہبی قربانی کی روح کو تمام قوم میں جاری و ساری کر دیں۔

لیکن ان بصیرتوں کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات میں ایک اور عظیم الشان بصیرت بھی موجود ہے۔ جس کا سلسلہ مذہب کی ابتدائی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس کی آخری کڑی اسلام کی تکمیل سے جا کر مل جاتی ہے۔

دنیا کی مذہبی تاریخ کی ابتدا عجیب بیکسی کی حالت میں ہوئی ہم نے دنیا کے سخت سے سخت معرکوں میں باپ کو بیٹے کا شریک بھائی کو بھائی کا حامی، بی بی کو شوہر کا مددگار پایا ہے لیکن صرف اسلام ہی کا ایک ایسا روحانی عالم ہے جہاں باپ کو بیٹے نے، بھائی کو بھائی نے، شوہر کو بی بی نے چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ ان کی مصیبتوں میں اور بھی اضافہ کیا ہے

یہی سبب ہے کہ خاندان نبوت ہمیشہ اعزہ و اقارب کی اعانت سے محروم رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مدت تک شب و روز اپنی قوم کو دعوت توحید دی اور قوم نے فرط بغض و عناد سے ان کی دعوتِ حق کو رد کر دیا۔ ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور کانوں میں انگلیاں تک دے لیں

"نوح نے عرض کیا: خداوندا! میں نے شب و روز دعوت حق دی۔ لیکن اس کا الٹا اثر یہ ہوا کہ لوگ مجھ سے اور زیادہ بھاگنے لگے۔ میں نے جب ان کو تیری مغفرت کے لئے پکارا، انہوں نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ اپنے کپڑوں میں لپٹ گئے۔ کہ ان تک تیری آواز نہ پہنچ جائے۔ آہ! یہ حق ناشناس قوم ہمیشہ سخت ہٹ دھرمی اور باطل پرستانہ گھمنڈ کا اظہار کرتی رہی (۱:۷۱)"

لیکن اس پیغمبرانہ آواز کی صدائے بازگشت صرف ان کی قوم ہی کے در و دیوار سے ٹکرا کر ناکامیاب واپس نہ آئی۔ بلکہ خود ان کے گھر کے در و دیوار نے بھی اس کو ٹھوکر لگائی اور خاندان نبوت کے چشم و چراغ یعنی ان کے بیٹے نے بھی اس نور کو قبول نہ کیا۔ آخری وقت میں نوح علیہ السلام نے پھر اپنے بیٹے کو خدا کی پناہ میں بلایا۔ لیکن اس وقت بھی اس کا گوش نصیحت نیوش نہ ہوا اس لئے وہ بھی تمام قوم کے ساتھ عذاب الٰہی کی طوفان خیز موجوں میں بہہ گیا

حضرت لوط علیہ السلام کے تمام خاندان نے اگرچہ ان کا ساتھ دیا لیکن خود ان کی بیوی ان سے علیحدہ ہو کر تمام قوم کے ساتھ عذاب الٰہی میں شامل ہو گئی۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے خاندان نبوت میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ان سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بی بی نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی لیکن دور ابراہیمی میں بیٹے نے باپ کی، بی بی نے شوہر کی۔ بھائی نے بھائی کی دعوت حق پر لبیک کی صدا بلند کی۔ اور اس دعوت کی اشاعت میں جو جو مصیبتیں ان پر پیش آئیں ان میں برابر کے شریک رہے۔ سب سے پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس جہاد روحانی کی طرف قدم بڑھایا اور اپنے شوہر کے ساتھ اپنے لخت جگر کو ایک "وادی غیر ذی زرع" میں ڈال دیا۔ جہاں کئی سو میل تک آب و گیاہ کا پتہ نہ تھا۔ یہ اسی سخت امتحان کی پہلی منزل تھی۔ جس کے لئے خداوند تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انتخاب کیا تھا۔ چنانچہ جب اس آخری امتحان کا وقت آیا۔ تو انہوں نے باپ کے آگے سر اطاعت خم کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی ان کے خاندان کی اعانت و رفاقت شریک رہی چنانچہ جب ان کو شعلۂ طور کی زبان نے بشارت نبوت دی تو ان کی بی بی ان کے ساتھ تھیں۔ بلکہ انہی کے لئے وہ آتشکدہ طور سے آگ لینے گئے تھے لیکن وادی ایمن میں جا کر معلوم ہوا کہ یہ آگ کا شعلہ نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک برق خاطف تھی جو فرعون کے خرمن ظلم و استبداد پر گرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ جب خدا نے عصا اور ید بیضا کی صورت میں ان کو یہ صاعقۂ ہلاکت دیا۔ اور انہوں نے اپنے بھائی ہارون کی اعانت کا سوال کیا۔ تو خدا نے اس کو پورا کیا۔ چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے آغاز کار سے انجام کار تک حضرت موسیٰؑ کا ساتھ دیا اور وہ دعوت موسوی کے ہمیشہ شریک و امین رہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی پہلے خدا کے ایک صالح بندے نے اپنے بیٹے کو خدا کی مرضی پر قربان کرنا چاہا تھا۔ لیکن اب وہ وقت آیا۔ کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے قربانی کے جام مقدس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور ان کے لئے سولی کا جو تختہ تیار کیا گیا تھا۔ اس کی طرف بلاکسی باک کے بڑھے۔

لیکن اسلام کے زمانہ تک خدا کی راہ میں جو قربانیاں ہوئی تھیں۔ وہ محض شخصی حیثیت رکھتی تھیں۔ یعنی انبیاء نے شخصی طور پر خدا کی ذات پر اپنی اولاد کو یا اپنے آپ کو قربان کر دیا تھا۔ جہاد کی یہ ابتدا تھی۔ مگر اس کی تکمیل شریعت اسلام پر موقوف تھی۔ چنانچہ اسلام نے جس طرح عقائد و عبادات اور معاش و معاد میں تمام قدیم مذاہب کی تکمیل کی۔ اسی طرح جہاد کی حقیقت کو بھی مکمل کر کے واضح کر دیا۔ اب تک کسی پیغمبر کے خاندان نے جہاد میں حصہ نہیں لیا تھا۔ شخصی طور پر بھی جو قربانیاں کی گئیں وہ راہ ہی میں روک لی گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لخت جگر کو خدا کی نذر کرنا چاہا لیکن اس کا موقع ہی نہ آیا۔ حضرت عیسیٰؑ سولی کی طرف بڑھے لیکن بچا لئے گئے آج تک تمام خاندان نبوت نے متفقہ طور پر اس میں شرکت بھی نہیں کی تھی۔ اور اس کی کوئی نظیر تمام سلسلہ انبیاء میں نہیں نظر آتی تھی کہ صرف بھائی، صرف بیٹا، صرف بیوی ہی نے مقصد نبوت میں ساتھ نہ دیا ہو بلکہ بلا تمیز خاندان نبوت کے اکثر اعضاء و ارکان راہ حق میں قربان ہوئے ہوں

یزید کی شخصی خلافت کی بیعت کے لئے جو ہاتھ بڑھے تھے وہ اسلام کی جمہوریت کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے۔ اور مذہب کی قربانیاں صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہی کے لئے ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے جب اسوۂ ابراہیمی کے زندہ کرنے کا ٹھیک وقت آ گیا تو خاندان نبوت کے زن و مرد، بال بچے، غرض ہر فرد نے اس میں حصہ لیا تھا۔ اور جن قربانیوں کے پاک خون سے زمین کی آغوش اب تک خالی تھی ان سے کربلا کا میدان رنگ گیا

پس حضرت حسین علیہ السلام کا واقعہ کوئی شخصی واقعہ نہیں ہے اس کا تعلق صرف اسلام کی

باقی ص۱۸

تعلق باللہ درست نہ ہو تو راحت میں انسان اپنے مالکِ حقیقی کا شکر ادا نہیں کرتا اور مصیبت آئے تو ناامیدی کا شکار ہو جاتا ہے دُکھ سُکھ دینے والے کو ہر حالت میں یاد رکھنا چاہیے

میاں غلام حسین، قلعہ گوجر سنگھ لاہور

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ۱۱ سورۃ یونس آیت ۱۲)

ترجمہ! اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے ہونے کی حالت میں ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس سے اس تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو اس طرح گزر جاتا ہے گویا کہ ہمیں کسی تکلیف پہنچنے پر پکارا ہی نہیں تھا اسی طرح بے باکوں کو پسند آیا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔

انسان کی جبلی عادت ہے کہ جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو بیٹھتے اٹھتے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا اور پکارتا رہتا ہے جب تک مصیبت رہے ہر حالت میں متوجہ الی اللہ رہتا ہے پھر جہاں تکلیف دور ہو گئی سب کچھ بھول جاتا ہے گویا اللہ سے کبھی واسطہ ہی نہ تھا وہی غرور و غفلت اور وہی اکڑ فوں جس میں پہلے مبتلا تھا۔ سختی کے وقت انسان کی نظر اسباب سے اٹھ کر صرف اللہ پر رہتی ہے جہاں سختی کی گھڑی گزر گئی اور کام بن گیا پھر خدا کو بھول کر اسباب پر آ رہتی ہے اور پھر ویسا ہی سرکش ہو جاتا ہے جیسا پہلے تھا گناہ پر گناہ کرتا جاتا ہے ڈرتا نہیں کہ خدا پھر تکلیف کے اسباب کھڑے کر دے وہ مسبب الاسباب ہے اسی کے ہاتھ میں سارے اسباب کی باگ ہے

اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا تعلق فطرتی ہے

اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا تعلق فطرتی اور مادر زاد ہے اور روز اول سے چلا آ رہا ہے، انسان کے دنیا میں آنے پر تعلق قائم نہیں ہوا بلکہ ابتدا سے ہی چلا آ رہا ہے جس وقت انسان .... اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں قَالُوْا بَلٰى کہا تھا اسی عہد کی بنا پر ہی دنیا میں آ کر خدا کا اقرار کرتا ہے اور اسی کی طرف جھکتا ہے مشرک کے گھر میں پیدا ہو تو شرک کی طرف جھکتا ہے اور مسلمان کے گھر میں پیدا ہو تو توحید کی طرف مائل ہوتا ہے، طوطے کے لئے انسانی زبان غیر فطری چیز ہے جو کچھ کرتا ہے انسان کے سکھانے پر کرتا ہے لیکن بلی جس وقت اس پر حملہ کرتی ہے تو غیر فطری چیز کو بھول جاتا ہے اور اپنی زبان میں چیختا ہے اس وقت میاں مٹھو کہنا بھول جاتا ہے كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ اسی طرح آسودہ حالی میں انسان جو چاہتا ہے کرتا پھرتا ہے لیکن جس وقت مصیبت اور تکلیف آتی ہے اس وقت پھر ہائے اللہ ہی اس کی زبان پر آتا ہے اللہ کے سوا سب کچھ بھول جاتا ہے کوئی غیر فطری چیز یاد ہی نہیں آتی۔ جب اضطراری حالت طاری ہوتی ہے تو اس وقت غیر اللہ کو بھول جاتا ہے لیکن جب تکلیف دور ہو جاتی ہے تو پھر اللہ کو بھول جاتا ہے آنچہ دانا کند کند ناداں۔ لیکن بعد از ہزار رسوائی۔ دانا پہلے ہی اللہ کے دروازے پر آ جاتا ہے لیکن بے وقوف ٹھوکریں کھانے کے بعد آتا ہے مصیبت آتی ہے تو اللہ کے دروازے پر ہاتھ پھیلاتا ہے اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو اللہ سے بے تعلق ہو جاتا ہے گلستان زندگی کے گلہائے رنگا رنگ توڑتے وقت تو ہم سب کچھ بھول کر جھوم اٹھتے ہیں اور جب کسی ٹہنی سے کانٹا چبھ جائے تو دکھ سے بے تاب ہو کر چیخ اٹھتے ہیں "ہائے اللہ" لیکن پھول کے حسن سے شاد ہوتے وقت کبھی بھی "سبحان اللہ" ہماری زبان پر نہیں آتا دُکھ سُکھ دینے کو ہر حالت میں یاد رکھنا چاہیے۔

ایک دفعہ کسی کالج کے دو طالب علم ریل میں سفر کر رہے تھے اتفاقاً خدا کی ہستی پر بحث شروع ہو گئی ایک خدا کی ہستی کا قائل تھا اُسے یقین تھا کہ خدا ہے اور اس کے بغیر ساری کائنات کی پیدائش اور اس کا نظام ناممکن ہے دوسرا کہہ رہا تھا کہ خدا کوئی نہیں ہے یہ ساری کائنات خود رو مادے کی تخلیق ہے آخر وہ سٹیشن آ گیا جہاں منکر خدا کا سفر ختم ہونا تھا اور وہ اترنے کے لئے تیار ہو گیا اور ڈبے کے دروازے میں کھڑا ہو گیا سٹیشن آ گیا اور گاڑی کھڑی ہو گئی۔ وہ جلدی سے سامان اٹھا کر اترنے لگا۔ سوء اتفاق سمجھئے یا مرضی الٰہی اُترتے وقت اس کا ہاتھ رپٹ گیا اور وہ پائیدان اور پلیٹ فارم کے درمیان گر گیا جس کی وجہ سے اس کو سخت چوٹ آئی اور بلیاختہ اس کے منہ سے نکل گیا "ہائے اللہ" انسان خداوند عالم جلشانہٗ کی ہستی کو تسلیم کرے یا نہ اور راہ راست سے کتنا ہی بھٹکا ہوا ہو۔ لیکن اس کے دل میں احساس ضرور موجود ہوتا ہے کہ خدا ہے اور مصیبت میں تو اس کا نام زبان پر آ جانا ایک فطرتی چیز ہے۔

زندگی قدرت کا ایک بے مثال عطیہ ہے زندگی کی ساری کشش ہی اسی میں ہے کہ اس میں دقتیں بھی ہوں دشواریاں بھی اور آسانیاں بھی ان پر قابو پانے کے لئے کشمکش کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس سے قدرتی صلاحیتوں کو ابھرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ انسان سرتا پا احتیاج ہے اور غم اور مصیبت نتیجہ ہیں اس احتیاج کا اس احتیاج سے نجات پانے کے لئے انسان حیران و سرگرداں رہتا ہے ایک حاجت پوری ہو جائے تو دوسری پیدا ہو جاتی ہے ایک غم سے نجات ملے تو دوسرا پریشان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ غم و الم کا یہ سلسلہ آخری دم تک جاری رہتا ہے اللہ تعالیٰ انسان کی ہر آرزو پوری نہیں ہونے دیتے اور اس کی ربوبیت کا تقاضا ہی یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "خدا کو اپنے عیش و آرام میں یاد رکھو خدا تم کو سختی اور مصیبت میں یاد رکھے گا"۔ مصیبت میں دعا اس کی قبول ہوتی ہے جو راحتوں میں خدا کو یاد رکھے۔

جب مصیبت آتی ہے تو انسان ناامید ہو جاتا ہے

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ

وَنَا بِجَانِبِہٖ ج وَاِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ۝ مپ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۳ -

ـــــ جب انسان پر انعامات الٰہی کی بارش ہوتی ہے اور دولت و نعمت ملتی ہے تو سرکش ہو جاتا ہے اور بجائے فرمانبرداری اور شکر گزاری کے اکڑنے لگتا ہے اور جب مصیبت آتی ہے تو صبر نہیں کرتا بلکہ ناامید ہو کر بیٹھ جاتا ہے تعلق باللہ اگر درست نہ ہو تو راحت میں انسان اپنے مالک حقیقی کا شکر ادا نہیں کرتا اور مصیبت آئے تو ناامیدی کا شکار ہو جاتا ہے انسان کا عجب حال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نعمتیں دے تو احسان نہیں مانتا اور جتنا عیش و آرام ملے اسی قدر منعم حقیقی کی طرف سے اس کی غفلت اور اعراض بڑھتا جاتا ہے اور پھر جب سخت اور برا وقت آتا ہے تو ایک دم آس توڑ کر ناامید ہو کر بیٹھ جاتا ہے گویا دونوں حالتوں میں خدا سے بے تعلق رہتا ہے کبھی غفلت کی بنا پر کبھی مایوسی کی بنا پر۔ درد غم دنیا میں لابدی اور لازمی ہے۔ خدا سے تعلق ہو تو پھر آدمی ہر مصیبت اور ہر مشکل پر مسکراتا ہے مومن کبھی بھی زمانے کے شکوے اور آسمان کے ظلم وستم کے گلے نہیں کرتا۔ اگر انسان مصیبت میں مسکراتا رہے تو مصیبت خود بخود بھاگ جاتی ہے۔

مصیبت خدا کے بندوں کے لئے رحمت ہوتی ہے اور دوسروں کے لئے عذاب الٰہی اللہ کے ساتھ نسبت اور تعلق کی حقیقت اس وقت نہیں کھلا کرتی جب دامن مسرتوں سے لبریز ہو تعلق کی حقیقت انعامات سے محروم ہونے پر کھلتی ہے مصیبت کھرے اور کھوٹے کو الگ کر کے رکھ دیتی ہے۔

بلا کے نزول پر گھبرانا اور رونا بے کار ہے ماتم مصائب و آلام کا نہیں کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عدم تعلق پر خون کے آنسو بہانے چاہئیں تمام وسائل اور سہاروں سے محروم ہوتے پر بھی انسان ناامید نہیں ہوتا بشرطیکہ انسان کا خدا کے ساتھ تعلق ہو اور اس پر کلی اعتماد ہو۔

دنیا دار ابتلاء ہے یہاں چین ہو ہی نہیں سکتا دنیا میں غمی اور خوشی لازم وملزوم ہیں بے فکری ناممکن ہے جب شدید سے شدید حالات پیش آجائیں تو اس وقت سوائے توفیق کے راحت اور اطمینان کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو، سب شدائد و مصائب کا تحمل آسان ہو جائے گا۔ ہماری مثال جال میں پھنسے ہوئے جانور کی ہے اس کو صبر کرنا چاہیئے اور صبر و سکون کے ساتھ پابزنجیر رہنا چاہیئے ورنہ جتنا جال کے اندر پھڑپھڑائیگا اتنا ہی جال کھال کے اندر گھس جائے گا پھنسنے اور چلانے سے گھبراہٹ ہے اور ناامید ہو کر بیٹھ جانے سے مصیبت میں اضافہ ہوتا ہے کم نہیں ہوتی مومن کا کام تو یہ ہے کہ اگر پہاڑوں کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر بھی مایوس کن حالات پیش آجائیں تب بھی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور امکانی کوشش میں پستی نہ دکھائے۔

پریشان کن واقعات دنیا میں آتے ہی رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت اور تعلق ہو تو پھر پریشانیاں لذیذ ہو جاتی ہیں ناگوار معلوم نہیں ہوتیں۔ مال و دولت کی فراوانی اور خوش حالی میں اللہ تعالیٰ کی رحیمی اور کریمی کے گن گانے اور اس کا شکر ادا کرنا بڑا آسان ہوتا ہے لیکن جب غم کے بادل انسان کے دل پر چھا رہے ہوں اور وہ بیٹھا جا رہا ہو اور چاروں طرف خوف وہراس کی لہروں سے دنیا تاریک نظر آرہی ہو تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے لئے صرف ان لوگوں کی زبان کھلتی ہے جن کا ان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تعلق کی حقیقت امتحان کی وادی میں آکر آشکارا ہو جاتی ہے عیش و آرام میں ہر شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کا قصیدہ پڑھتا ہے قصیدہ وہی رحمت باری کو جوش میں لا سکتا ہے جو مصائب کے طوفانوں میں گھر کر پڑھا جائے۔

جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِہٖ ج وَاِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝ دپ۲۵ سورہ حم السجدۃ آیت ۵۱

ترجمہ! اور جب ہم نے انسان پر انعام کیا تو اس نے منہ پھیر لیا اور کنارہ کش ہو گیا اور جب اس کو تکلیف پہنچی تو پھر لمبی چوڑی دعا کرنے لگا۔

خوش حالی اور فارغ البالی میں انسان اپنے مالک حقیقی کا شکر گزار نہیں ہوتا بلکہ سرکشی کرتا ہے پھر جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا کر لمبی لمبی دعائیں مانگنے لگ جاتا ہے۔ دعا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو خواہ اپنے رب سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہو جب تمام سہارے ایک ایک کر کے کٹ جاتے ہیں تو بے ساختہ اس کی زبان سے یارب نکل جاتا ہے اور ہاتھ اللہ تعالیٰ کی درگاہ کی طرف اٹھ جاتے ہیں لیکن اگر دعا کے قبول ہونے میں تاخیر ہو جائے تو پھر مایوس ہو جاتا ہے نہ ہر تیر نشانے پر بیٹھتا ہے نہ ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اپنی شکستگی کا اعتراف کر کے خدا کے دروازے پر آنے والوں کے لئے کبھی بھی اس کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔

خوش حالی میں ہم کبھی بھی خدا کی طرف رجوع نہیں کرتے لیکن بدحالی اور مصیبت میں اٹھتے بیٹھتے لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں بلا کے نزول کے بعد جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کے نزول سے پہلے ہی رضا و رغبت کے ساتھ کر سکتے تھے غم والم کے انگاروں سے جھلسنے سے پہلے اگر ہماری عبدیت کی یہی کیفیت ہوتی تو شاید ہم پر یہ بلا نازل ہی نہ ہوتی۔

مصائب میں طمانیت سکون اور عافیت انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہونے کے بعد ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ رحیم وکریم اور سمیع وبصیر ہے وہ ہر عاجز اور درماندہ انسان کی آواز کو سنتا ہے اور اس کی دستگیری فرماتا ہے اسے چھپ کر پکارا جائے یا علانیہ طور پر اس کا دست اعانت ہر حاجت مند کی طرف بڑھتا ہے بشرطیکہ بندہ اس کی طرف جھکے اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت انسان کے دل میں پوری طرح آشکارا ہو جائے تو کسی دوسرے دروازے پر جانا تو درکنار اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کا احساس بھی اس کے دل میں پیدا نہ ہو لیکن مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ اس لئے در در پر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے

انسان جب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ پریشانیوں میں بھی مطمئن اور مسرور نظر آتا ہے خوف و ہراس اس کے پاس نہیں پھٹکتے اور کبھی صرف شکایت زبان پر نہیں لاتا خوش حالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر یقین اور اعتماد ہو تو انسان کی بے چینی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی نصرت فوراً انسان کی دستگیری فرماتی ہے بندہ جب تک ایسی ذات کی پناہ میں نہیں آتا جو سمیع و بصیر ہے اس کو طمانیت سکون اور عافیت کبھی نہیں مل سکتی ابتلاء اور امتحان بڑی کٹھن منزل ہے۔ اس میں ہر انسان ثابت قدم نہیں رہ سکتا مایوسی میں اللہ تعالیٰ سے کٹ جانے کے زیادہ امکان ... ہوتے ہیں ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیئے اس ؟

ہو کہ بغیر ثبات قدم مشکل ہے

(قسط ۶)

ایک مفسرِ قرآن، ایک ولیٔ زمان

چودھری محمد یوسف ایم اے

گزشتہ اشاعت میں قارئین پڑھ چکے ہیں کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب قرآن پاک کی نشر و اشاعت میں انتہائی دلچسپی اور انہماک سے کام لیتے رہے ہیں یقیناً یہ ایک کارنامہ ہے۔ جس کی بارگاہِ عظمت میں رسنِ طاعت جھکانے کو جی چاہتا ہے خصوصاً اس پرآشوب دور میں جبکہ فضا مادی رعب و طنطنہ سے بوجھل دکھائی دیتی ہے قرآن حکیم کی نشر و اشاعت کا فریضہ سرانجام دینا جوئے شیر لانے سے کم نہیں، آپ یہ پڑھ کر حیران و ششدر رہ جائیں گے کہ امراء کا مخصوص طبقہ قرآن پاک جیسی بابرکت کتاب کی تلاوت سے پہلو تہی کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ ہوا یوں کہ پچھلے دنوں مجھے ایک ایسی محفل میں جانے کا اتفاق ہوا کہ جس میں کسی مرحوم کو ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا، مجھ جیسے کئی اور سادہ دل قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف اور محو ہو گئے تھے لیکن یقیناً ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی جو قریب ہی کرسیوں پر براجمان ہو کر قہقہوں اور چہچہوں میں مصروف دکھائی دیتے تھے، یہ لوگ تھے صاحبزادے، نوابزادے اور امیرزادے ان صاحبزادوں اور امیرزادوں میں اتنی قوت و سکت نہ تھی کہ وہ بھی قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف ہو کر اس مقصد کو پورا کرنے میں مدد دیں جس مقصد کے لئے انہیں مدعو کیا گیا تھا یہاں تک کہ ایک قریبی مسجد کے امام صاحب کی رگِ احساس پھڑکی۔ تو انہوں نے تلخی اور ملائمت کے ملے جلے جذبات سے معمور ہو کر ان امیرزادوں کو قرآن خوانی کی دعوت دے دی اب یہ تو ابزادے کھسیانی بلی کی طرح دائیں بائیں جھانکنے لگے۔ ان کے بارعب چہروں پہ شرم و حیا کی سرخی اس طور لرز رہی تھی۔ گویا کسی منچلے نے ان کے جلالت مآب چہرے پہ بھاری بھرکم تقدیر کا غازہ مل دیا؟ اس اہانت آمیز طرز عمل کے باوجود بھی ان کے احساس کا آبگینہ پگھل نہ سکا اور وہ قرآن خوانی سے اسی طرح دور رہے جیسے کہ گدھے کے سر سے سینگ ظاہر ہے کہ اس قسم کے ناگفتہ بہ حالات کی موجودگی میں کسی مردِ حق پرست کا جذبۂ اشاعتِ قرآن یقیناً قابل صد احترام ہے، چنانچہ اس لحاظ سے حضرت مولانا کا وجود گرامی یقیناً باعث صد افتخار ہے کیونکہ آپ تا حینِ حیات اسی مصحفِ عزیز کی اشاعت میں سرگرم عمل رہے آج ہم نے دیبا و حریر میں ملفوف کر کے جسے طاقِ نسیاں پہ دھر دیا ہے۔ حضرت مولانا کے وجدان کا عالم یہ تھا۔ کہ بڑے سے بڑا دکھ درد بھی حضرت کو قرآن پاک کی... لطافتوں سے جدا نہ کر سکا، یار لوگ تو معمولی قسم کے حادثات کی شدت کو برداشت نہیں کرتے بلکہ شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر ان کا گستاخ ہاتھ دامن کبریائی تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن مولانا کے ہاں جنون و آشفتگی کا عالم ہی نرالا تھا یہاں ہر شدید مصیبت غیر متناہی محبت کا سرچشمہ بن کر آلام و مصائب کے ہجوم بے پایاں کو روند دیتی ہے قارئین ان سطور کو محض جذباتی سطح پہ لا کر نہ دیکھیں بلکہ واقعات و حقائق کی لطیف پنہائیوں میں گم ہو کر اس گوہر تابدار کو تلاش کریں جس کی چمک دمک ہر آنکھ کو خیرہ کرنے کے لئے کافی مواد مہیا کرتی ہے۔ اس ضمن میں آپ ایک واقعہ سن لیں۔ اس واقعہ کے راوی لاہور کے خواجہ نذیر احمد صاحب ہیں۔ خواجہ صاحب کا بیان ہے کہ "ایک روز حضرت حسبِ معمول قرآن پاک کے درس میں مشغول تھے۔ کہ اتنے میں حضرت کے صاحبزادے مولوی حبیب اللہ صاحب تشریف لے آئے اور حضرت سے سرگوشی کر کے چلتے بنے۔ تھوڑی دیر بعد مولوی حبیب اللہ پھر تشریف لائے اور کان میں کچھ کہہ کر رخصت ہوئے۔ تیسری بار پھر آئے اور اسی طرز عمل کا اعادہ کیا یعنی کان میں کچھ کہا اور چلے گئے لیکن مولوی حبیب اللہ صاحب کی اس بیتابانہ آمد و رفت سے حضرت لاہوری کے درس قرآن کے اس زیر و بم میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ درس پہلے سے باقاعدگی کے ساتھ جاری رہا۔ اس واقعہ کے کچھ روز بعد میں نے حضرت مولانا حبیب اللہ سے صورت حالات کی بابت آگاہی چاہی تو انہوں نے بتایا کہ پہلی دفعہ آنے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت مولانا کی بچی کی حالت بہت نازک تھی۔ دوسری دفعہ آ کر بتایا کہ زندگی کے چند لمحات باقی ہیں، اور رشتۂ حیات عنقریب ٹوٹا چاہتا ہے تیسری بار بتایا کہ بچی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئی ہے۔" یہ مختصر مگر معنی خیز واقعہ اس حقیقت کو بے نقاب کرنے میں مدد دیتا ہے کہ دنیا کا کوئی دکھ درد اور رنج و الم حضرت مولانا کو درس قرآن کی راہ سے ہٹا نہ سکا شدید سے شدید علالت بھی درسِ قرآن پر اثر انداز نہ ہو سکی۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ شدید علالت کے باوجود بھی درس قرآن کا فریضہ انجام دیتے رہے ۱۹۶۰ء میں طبیعت بے حد مضمحل ہو گئی رات بھر اسہال ہوتے رہے جس سے قوائے بدنی بے سہارا معدوم ہونے لگے لیکن جونہی رات کی آغوش سے صبح انگڑائی لے کر بیدار ہوئی اور مؤذن کے ... لحن داؤدی نے مسجد کے میناروں پہ وجدانی کیفیت طاری کر دی تو اسی وجد و مستی کے عالم میں حضرت مولانا نماز فجر کی ادائیگی کے لئے صحن مسجد میں آن پہنچے نہ صرف نماز ادا کی بلکہ عمومی اور خصوصی دونوں قسم کے درس دے ڈالے یقیناً قرآن پاک سے یہ سچی محبت اور راسخ ہوا جذبہ تھا جس نے مولانا کو عہد علالت میں بھی متزلزل نہ ہونے دیا۔ حضرت مولانا کے ہاں دو قسم کے درس جاری رہے (۱) عمومی (۲) خصوصی عمومی اور خصوصی الفاظ کے خد و خال ہی مفہوم کو واضح کرنے میں پورے خلوص سے کام لیتے ہیں ظاہر ہے کہ عمومی سے مراد یہی ہے کہ جس میں شرکت عام کا اہتمام کیا گیا ہو یعنی درس عمومی میں ہر قسم کے لوگ بلا لحاظ مذہب و ملت شریک ہوتے اور اپنے فہم و ادراک کو روشنی اور تابندگی کی دولتِ لازوال عطا کرتے لیکن جہاں تک درسِ خصوصی کا تعلق ہے۔ اس میں خواص ہی شرکت فرما ہوتے۔ یہاں خواص سے مراد، بادشاہ، امراء و وزراء نہیں۔ بلکہ یہاں خواص سے مراد علم دین کے بادشاہوں سے ہے۔ جن کا خزانہ علم نہ تو چھن سکتا ہے، اور نہ کوئی رہزن اسے لوٹ سکتا ہے، بلکہ اسے جس قدر لٹایا جائے اس میں اسی قدر اضافہ ہوتا جاتا ہے — المختصر درسِ خصوصی میں ہند و پاک کے دینی

باقی ص ۱۶

(آخری قسط)

سُورتُ المُمتحنہ (پ ۲۸)

از امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: قاضی محمد بخش اچھروی و بشیر احمد بی اے سمن آبادی

آیت نمبر ۱۳:- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝

ترجمہ! اے ایمان والو اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہوا وہ تو آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے جیسے کافر اہل قبور سے ناامید ہو گئے

زندگی پر مایوسی کا اثر نہ ہونے دو

کفار جو اہل کتاب سے نہیں ہیں اہل قبور سے بالکل مایوس ہو چکے ہیں، یہ مایوسین کی پہلی جماعت ہے یہ لوگ سمجھ بیٹھے ہیں جو قبر میں چلا گیا اس کی ترقی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ انہوں نے اپنی ترقی کا میدان فقط قبر سے ورے تک سمجھ لیا ہے ان کے مقابلے میں مایوسین کی دوسری جماعت اہل کتاب کی بھی پیدا ہو گئی ہے وہ باوجود آخرت کو تسلیم کرنے کے عملی طور پر اپنے آپ سے مایوس ہو چکے ہیں اور یقین کر چکے ہیں کہ وہ اپنے جماعتی نظام سے ترقی کی کوئی ہمت پیدا نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ وہ کسی بڑے انسان کی آمد پر امیدیں لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ آئے گا تو ہم ترقی کر سکیں گے اس کے بغیر ہم یہ اجتماعی نظام سے کوئی کام نہیں لے سکتے۔ یہ یہود ہیں مسلمان ان سے دوستی پیدا کر کے ان کی مانند نہ بن جائیں اور کسی بڑی خارجی طاقت کے منتظر بن کر نہ بیٹھے رہیں بلکہ قرآن حکیم کی مدد سے اپنی ترقی کا سامان آپ اپنے اجتماعی نظام کی مدد سے پیدا کریں یہود نصاریٰ دونوں اپنی آخرت سے مایوس ہو کر قبر سے ورے تک اپنا میدان ترقی سمجھنے لگ گئے ہیں۔ مسلمان ان خیالات سے متاثر نہ ہوں۔

آخرت اور زندگی کا تلازم

قوموں کی زندگی میں آخرت کا عقیدہ ان کے دنیاوی عقیدہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کا بطن ہوتا ہے جب یہ آخرت کی زندگی سے مایوس ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں مایوس ہو جائیں گے ایک ہی عمل ہے وہ منہ میں ایک اثر پیدا کرتا ہے اور پیٹ میں جا کر دوسرا پیدا کرتا ہے۔ منہ کے اندر پیدا شدہ اثر کو اگر باطنی حیات کہا جا سکتا ہے یہ دونوں حالتیں لازم و ملزوم ہیں جو شخص اپنے اعمال سے آخرت میں مایوس ہے وہ اپنی محنت اور اجتماعیت سے دنیا میں بھی ترقی کا کوئی سامان پیدا کرنے کی امید اپنے اندر پیدا نہیں کر سکے گا اس قسم کے لوگوں سے دوستی پیدا کر کے ان کے سے نہ ہو جاؤ۔

یہود کی محبت کے نقصانات

اس سورت کے آغاز میں کہا گیا تھا کہ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیآء یعنی ان لوگوں کے ساتھ جو اجتماعیت اسلامیہ کے دشمن ہیں اور اس میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں ان سے کسی قسم کی محبت نہ رکھو تو اس کی حکمت آخری آیت میں بیان فرما دی کہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم بھی اپنی زندگی سے مایوس ہو جاؤ گے درمیان میں اور بھی بہت سے نقصانات اس قسم کی دوستی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سے پیدا ہوں گے جن کا ذکر آ چکا ہے مگر سب سے بڑا نقصان یہ اخلاقی نقصان ہے جو عام مایوسیت (pessimism) کی شکل میں ظاہر ہو گا یہ تمہاری موت ہے

آخر اور اولیٰ ایک دوسرے کے مقابل الفاظ ہیں اگر ایک چیز کو اولیٰ کہا جائے تو دوسری چیز آخرۃ کہنا چاہئیے دنیاوی زندگی کا ایک حصہ جو پہلے ہے وہ اولیٰ ہو تو جو حصہ اس کے بعد آئے گا اسے آخرۃ کہنا جائز ہے گویا دنیاوی زندگی کی آخرۃ ہے جو دوسری زندگی

[حاشیہ:] ...ر ظاہری حیات تصور کیا جائے تو پیٹ کے اندر پیدا شدہ اثر کو

سے متصل ہوتی ہے پس دنیاوی زندگی کا آخری حصہ اور دوسری زندگی کا پہلا حصہ آپس میں علت و معلول کا تناسب رکھیں گے جس شخص کے دل میں دوسری زندگی کی کامیابی کا تصور ہو وہ ضرور اپنی دنیاوی زندگی کے آخری حصے میں کامیابی کا یقین حاصل کرنا چاہیے گا تو وہ علت و معلول کا تناسب قائم نہیں رکھ سکے گا

ایک قوم اہل کتاب ہے اس کی اسی تعلیم نے اسے ایک فکر دیا ہے۔ اگر یہ اپنی ہمت اور اس کتاب کی تعلیمات کی پابندی سے اس فکر کو حاصل کرنے سے مایوس ہو گئی ہو تو اس کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ یَىٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کی تفسیر

سورۃ الضحیٰ میں جو آیا ہے وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ تو اس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کی دو حالتوں میں تناسب دکھایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ دوسری حالت جو آنے والی ہے وہ اس پہلی حالت سے اچھی ہو گی جس میں وحی کے انقطاع کی وجہ سے مایوسی ہو گئی تھی جیسے سورج ڈھل جاتا ہے اور رات ہو جاتی ہے۔ اور پھر دوسرے دن سورج نکل آتا ہے اسی طرح وحی کے انقطاع مایوسی کا نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے یہ انقطاع اس لئے ہوا کہ دوسری وحی پہلی سے قوی تر آنے والی ہے پہلی وحی اس کے لئے بنیاد کا کام دے گی پس یہ بنیاد جس قدر مضبوط ہو گی اس پر اس قدر مضبوط عمارت بن سکے گی اس لئے عارضی انقطاع وحی سے جو حالت پیدا ہوئی ہے اسے اولیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے بعد سلسلہ وحی کے آغاز سے جو نیا دور حیات شروع ہوا ہے اسے آخرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسی طرح اس تمام دنیاوی زندگی کو اولیٰ کہا جائے تو حیات مابعد الممات کو آخرت کہنا جائز ہے لیکن ان معنوں میں آخرۃ کی بہتری ان سے پہلے معنوں میں آخرت کی بہتری موقوف ہے

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمے کی طرف تفہیمات الٰہیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے

تمت سورۃ الممتحنۃ (۶۰)

قرآن پڑھو غور سے پڑھو اور جو پڑھو اس پر عمل کرو

بقیہ: خطبہ جمعہ صفحہ ۶ سے آگے

اسلام نے اپنی امتیازی شان قائم رکھی اور حکم دیا کہ زیادتی نہ کرو یعنی ایک جان کے بدلے کئی جانیں ہلاک نہ کرو۔ پس اخلاق اور حق العباد کے ہر پہلو کو قائم رکھنا اسلام ہی کا کام ہے۔

برادرانِ محترم!

آج کل جو یہ قتل پر قتل ہو رہے ہیں، ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم ہے اور جیل خانہ قاتلوں سے بھرے ہوئے ہیں اس کی وجہ محض اسلام سے دوری اور اسلامی قانون کا عدم نفاذ ہے اگر آج اس ملک میں قانون اسلامی نافذ کر دیا جائے تو تمام بیحیائیوں اور قتل و قتال کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ موجودہ ضابطۂ اخلاق و قانون سے تعصب و عداوت میں اضافہ ہوتا ہے اور اسلامی ضابطہ اخلاق تمام تنقادتوں اور عداوتوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیتا ہے غور فرمایئے اگر اسلامی قانون کا نفاذ ہو، عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہوں، قصاص کا قانون رائج ہو اور مقتول کے اقربا، خون بہا دے کر راضی کر دیے جائیں اور قاتل اور اس کے اعزہ و اقربا، مقتول کے رشتہ داروں سے معافی مانگ لیں تو خاندانوں میں عداوت کم ہوگی یا بڑھے گی۔ یقیناً عداوت کم ہوگی اور خاندانی اختلافات بڑھنے کے بجائے گھٹیں گے۔ موجودہ حالات میں ہوتا یہ ہے کہ اگر بدقسمتی سے کسی سے کوئی قتل ہو جائے تو جھوٹی سچی شہادتوں کے بل بوتے پر قاتل کے ساتھ ساتھ کئی دوسرے افراد کو بھی قتل کے جرم میں شریک کر لیا جاتا ہے اور بعض اوقات تو یہ ہوتا ہے کہ قاتل تک احتساب کا ہاتھ ہی نہیں پہنچتا اور بے گناہ قتل کے الزام میں دھر لیئے جاتے ہیں اور پھر اگر فریقین صلح کرنا چاہیں تو قانون اس کی اجازت نہیں دیتا نتیجۃً خاندانوں میں دشمنی بڑھتی جاتی ہے اور ایک کے بدلے کئی کئی افراد موت کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ بعض حالات میں یہ بھی ہوتا ہے کہ مجرموں کو سزائے قید ہو جاتی ہے اور جب وہ قید سے رہا ہو کر آتے ہیں تو طرفین کی آتشِ انتقام بھڑک اٹھتی ہے اور پھر نئے سرے سے قتل و غارت کا بازار گرم ہو جاتا ہے جس کے باعث خاندانی دشمنیاں چل نکلتی ہیں اور یہ سلسلہ نسل در نسل چل پڑتا ہے۔

اسلام نے اس کا نہایت مناسب حل تجویز کیا ہے کہ ایک جان کے بدلے کئی جانیں ہلاک نہ کی جائیں اور اگر فریقین صلح پر آمادہ ہوں تو مقتول کے ورثا کو خون بہا دے کر قاتل چھٹکارا کرائے تاکہ دشمنی اور عداوت کی آگ آگے نہ پھیلے اور خاندان کے خاندان تباہ و برباد نہ ہوں۔

زمین پر تکبّر سے نہ چلو

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ (بنی اسرائیل آیت ۳۷)

ترجمہ: اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چل۔ بے شک تو نہ زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور نہ لمبائی میں پہاڑوں تک پہنچے گا

اکڑ کر چلنے سے خفیہ واسطہ سے یا غیر ارادی طور پر دو ہی مقصد ٹپکتے ہیں یا تو اپنی شان رفعت دکھانا یعنی اونچا بننا اور یا زیر دستوں اور کمزوروں پر رعب ڈالنا۔ کمال رفعت کی مثال پہاڑوں جتنا لمبا ہو جانے اور زیر دستوں کو مرعوب کرنے کی مثال زمین کو پھاڑ ڈالنے سے بہتر کون سی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے تمثیلی رنگ میں ہر دو مقاصد رذیلہ کا قلع قمع کر کے اترا کر چلنے کی بری عادت کی جڑ کاٹ ڈالی اور یہی اسلامی اخلاقیات کی امتیازی شان ہے

تکبر اور بڑائی کرنے والا اللہ تعالےٰ کو ہرگز نہیں بھاتا

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ○ (سورۃ لقمٰن آیت ۱۸)

اور لوگوں سے اپنا رُخ نہ پھیر اور زمین پر اترا کر نہ چل بے شک اللہ کسی تکبّر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا

لوگوں کے سامنے فخر و تکبر یا غیظ و غضب سے گال پھلانا، ان کی طرف سے رُخ پھیر لینا اور اترا کر یا اکڑ کر چلنا فخر و غرور کی علامات ہیں اگر غور کیا جائے تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جائے گی کہ اصل چیز جو ہدایت میں خلل پیدا کرتی ہے وہ فخر و غرور اور کبر ہی ہے کبر و غرور جس طرح مغرور و متکبر کو مخلوق خدا کے ساتھ ملنے جلنے اور نیک برتاؤ کرنے سے روکے رہتے ہیں اسی طرح خدا کے حضور جھکنے سے بھی باز رکھتے ہیں اسی لئے اترانے والا اور فخر کرنے والا خداوند لایزال کو ہرگز نہیں بھاتا۔

غرور ایک شیطانی جذبہ ہے

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ غرور کی سخت مذمت کی اور دورانِ تقریر میں فرمایا:۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِنْ كِبْرٍ وَاِنَّ الْكِبْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ وَهٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ۔ (کنز المعارف)

جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی غرور ہوگا وہ ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا اور بے شک غرور دوزخ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور یہ ایک شیطانی جذبہ ہے۔

اس حدیث کی شرح میں حضرت سعد بن ربیع نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

ہر انسان اس بات کو سمجھتا ہے کہ اس کی زندگی فانی ہے اور اس کی زندگی کی راحتیں اور لذتیں بھی فانی ہیں۔ اس حقیقت سے آگاہ ہونے کے باوجود کس قدر نا سمجھ ہیں وہ اشخاص جو اپنی ہستی کو مرتبۂ انسانیت سے بالا سمجھتے ہیں اور جن کا یہ احساس ہے کہ ان کا یہ جاہ و جلال ہمیشہ قائم رہے گا۔ ان لوگوں کو ایک لمحہ کے لئے گورِ غریباں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ وہاں کا ہر ذرہ ان کو لذائذ دنیوی کا انجام سمجھائے گا اور وہاں کا ہر نظارہ درسِ عبرت ثابت ہوگا۔

ماپ اور تول میں انصاف ملحوظ رکھو

وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ۚ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ○ (بنی اسرائیل آیت ۳۵)

اور ناپ تول کر دو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کر دو۔ یہ بہتر ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔

ماپ تول میں کمی سے خیانت کی خو پیدا ہوتی ہے دوسرے کا حق غصب ہوتا ہے اور انسان خود غرضی کا شکار ہو کر ملک و ملت کے لئے رستا ہوا ناسور بن جاتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے ماپ تول میں انصاف کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی اور ساتھ ہی انجام کی نشاندہی سے یہ وضاحت کر دی کہ اے ہاتھ میں ترازو پکڑنے والے یہ نہ بھول کہ اگر آج ترازو تیرے ہاتھ میں ہے تو قیامت کے دن یہی ترازو کسی اور کے ہاتھ میں ہوگا اور وہاں تیری نیکیاں اور بدیاں تلیں گے۔

تاجر کے لئے حکم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کے فضائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

لَا یَحِلُّ لِتَاجِرٍ مُسْلِمٍ یَبِیْعُ سِلْعَةً

يَعْلَمُ بِهَا دَاءً اِلَّا اَخْبَرَ بِهٖ (بخاری)

کسی مسلمان تاجر کے لئے جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسی چیز فروخت کرے جس میں نقص کے ہونے کا اُسے علم ہو ہاں اگر خریدار کو نقص سے مطلع کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں ــــ

اس حدیث کی شرح میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ دنیا میں ہر تاجر کے لئے اور خصوصاً ایک راسخ العقیدہ مسلمان کے لئے دیانتدار اور راستباز ہونا نہایت ضروری ہے۔ عام مشاہدات سے ثابت ہے کہ دنیا میں صرف وہی اشخاص کامیاب ہیں جن کی دیانتداری اور راستبازی عام طور پر تسلیم کی جاتی ہے۔ ایسے راستباز تاجر اگر کسی وقت تکالیف کا نشانہ بھی بن جاتے ہیں تو ان کے حلقۂ اثر میں ہزاروں آدمی اُن کی حمایت کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور جو خائن اور فریب کار ہیں ان کی حمایت کے لئے کوئی شخص بھی آمادہ نہیں ہوتا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو بہت سا کپڑا دے کر فروخت کرنے کے لئے بھیجا۔ ساتھ ہی اسے ہدایت کر دی کہ فلاں کپڑے کے تھان میں کچھ نقص ہے جب کپڑے کا سودا کرو تو خریدار کو پہلے بتا دینا کہ فلاں تھان میں فلاں فلاں عیب ہے۔ لیکن جب غلام نے کپڑا فروخت کیا تو اسے عیب کی نشاندہی کرنا اور تاجر کو نقص سے مطلع کرنا یاد نہ رہا۔ غلام کپڑے کی قیمت جو دس ہزار درہم تھی لے کر امام صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوا امام صاحبؒ نے رقم ہاتھ میں لیتے ہی اُس سے سوال کیا "کیا تم نے کپڑے کا عیب خریدار سے بیان کر دیا تھا؟" غلام نے بھول جانے کا عذر کیا اور امام صاحب سے معافی چاہی۔ امام صاحبؒ نے یہ تمام رقم اسی وقت غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی اور فرمایا "یہ تمام مال مشکوک ہو گیا ہے اور ابو حنیفہ رح مشکوک مال پاس رکھ کر اپنی ... عاقبت خراب نہیں کرنا چاہتا" غرض امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مذکورہ پر عمل کیا اور تجارت میں اسلامی اخلاق کی شانِ امتیازی کو قائم رکھا۔

اے میرے عزیز حنفی بھائیو! ہم سب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور حنفی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں لیکن ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھو کہ امام صاحبؒ کے زہد و تقویٰ اور بے مثال کارناموں کی کوئی گرد بھی ہم پر پڑی ہے ــــ

یاد رکھو! ہمیں حنفی کہلانے کی لاج رکھنی چاہیئے۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و تقویٰ، حق گوئی و راستبازی اور ان کی زندگی کے کارناموں کو اپنے لئے نشان راہ بنانا چاہیئے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہر کام سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا، وہ اتباع کتاب و سنت میں ہی اپنی نجات سمجھتے تھے اور اس لئے ہمیں بھی چاہیئے کہ زندگی کے ہر گوشے میں کتاب و سنت کی پیروی کریں۔ اور اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشعل راہ سمجھیں۔

یہ چند اخلاقی باتیں بطور نمونہ بیان کر دی گئی ہیں تاکہ انہیں اپنا کر ہم اپنے اللہ کو راضی کر سکیں ان کا بیان کرنا آج کل اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہم نے صحیح اسلامی اخلاق سے دوری اختیار کر لی ہے اور اس بات کو بھلا دیا ہے کہ ہمارے آقا و مولا جناب رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم خلق عظیم پر پیدا ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں یہی تلوار تھی جس کے زور سے اسلام پھیلا تھا۔ ہمیں ان کا امتی ہونے کے باعث ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے اور ان کے خاص الخاص صفت اور نشان امتیازی یعنی خلق عظیم کو اپنانا چاہیئے یہی وہ دستور العمل ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے پاکیزہ معاشرہ برپا ہو سکتا ہے اور اسی کو حرزِ جاں بنانے سے ہم دنیا و آخرت میں کامیاب و کامراں ہو سکتے ہیں

اللہ تعالےٰ ہمیں صحیح معنوں میں محمدی مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب و سنت ہی ہمارا اوڑھنا بچھونا ہو۔ (آمین)

بقیہ: اداریہ صفحہ سے آگے

ہر طرح نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ دوست کا دوست دوست اور دوست کا دشمن دشمن ہوتا ہے۔ بھارت پاکستان کا خطرناک دشمن ہے۔ اس کے حلیفوں کا بھارت کو ہر طرح کی امداد دینا پاکستان سے دوستی کے پردہ میں دشمنی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس زمرہ میں امریکہ اور برطانیہ شامل ہیں۔

اتنے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے باوجود پاکستان اگر زندہ ہے تو یہ ایک معجزہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے یہ سرزمین ہمیں اسلام کے نام پر عطا فرمائی تھی۔ وہی اب تک اس کی حفاظت کر رہا ہے اور آئندہ بھی وہی اس کا محافظ ہے۔ وہ اسے بیرونی دشمنوں سے بھی بچائے گا اور اندرونی دشمنوں کی کوششیں بھی اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔ اندرونی دشمنوں سے ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ خدارا ذرا سوچئے کہ آئندہ نسلیں آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گی۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ آپ کے متعلق اچھی رائے کا اظہار نہ کریں گی

بقیہ: ایک مفسرِ قرآن ایک شعلۂ نہاں

مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کو شامل کیا جاتا اس درس کا آغاز یکم رمضان سے ہوتا ہے اور تین ماہ کے مختصر عرصہ میں قرآن پاک کی تفسیر اس انداز سے پڑھائی جاتی ہے کہ اس کی جزئیات تک بھی نظروں سے اوجھل نہ ہو سکیں۔ خدا کا شکر ہے کہ جس کام کا آغاز حضرت لاہوری کے ہاتھوں ہوا۔ وہی کام اب میرے فاضل دوست حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور کے ہاتھوں تسلسل کی راہ پر گامزن ہے باپ بیٹا دونوں ایک ہی لگن کے شکار ہیں ایک ہی جذب و کشش اور ایک سی چبھن ہے جس کے مزے لے لے کر ایک تو جنت الفردوس کی عطر بیز نہتوں میں مچل رہا ہے اور دوسرا جنت کے خزانے دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے۔

جانشین شیخ التفسیر رح

حضرت مولانا عبید اللہ انور کا پروگرام

۲۲ مئی نماز جمعہ کے بعد بذریعہ ریل کار عازم راولپنڈی ہونگے۔ رات کا قیام مدرسہ فرقانیہ محلہ کرتار پورہ میں ہوگا (۲۳ مئی بروز ہفتہ صبح راولپنڈی سے پنڈی گھیب ضلع کیمبلپور تشریف لے جائیں گے۔ رات کا قیام پنڈی گھیب ہوگا (۲۴ مئی بروز اتوار واپس لاہور روانہ ہوں گے (۳۱ مئی بروز اتوار درس کے بعد لاہور سے لائلپور روانہ ہونگے۔ رات کا قیام رفیق العلوم سرگودھا روڈ نزد نزہت بلڈ لائلپور میں ہوگا

یکم جون عصر کے بعد مولانا ضیاء القاسمی اور مولانا عبدالحی عابد کی دعوت پر جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد کالونی لائلپور تشریف لے جائیں گے۔ نماز مغرب کے بعد جامعہ میں مجلس ذکر ہوگی۔ عشاء کے بعد رفیق العلوم واپس آ جائیں گے اور رات کا قیام مولانا غلام حسن صاحب مہتمم جامعہ کے ہاں ہوگا

۲ جون لائلپور سے واپس لاہور روانہ ہوں گے

بقیہ: مجلس ذکر صفحہ ۲ سے آگے

تقسیم کر رہے ہیں بھلا گالی دینا کون سی خوبی کی بات ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اس بات کی خوشی کرتے کہ بچے نے توتلی زبان سے اپنے پیارے اللہ کا نام لیا ہے کلمہ طیبہ پڑھا ہے درود شریف پڑھا ہے نماز سیکھ لی ہے یا قرآن پڑھ لیا ہے لیکن افسوس خوشی کی تو گالی دینے پر۔ کسی نے سچ کہا ہے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے اور بچوں کی تربیت کا صحیح شعور بخشے آمین

بزرگان محترم! کیا کیا جائے آج کل معاملہ ہی مختلف ہے ذکر اللہ سے غفلت اور دینی علوم سے جہالت کے باعث ہر طرف الٹی گنگا بہہ رہی ہے مسجدیں برباد اور سینما آباد ہیں۔ ہر طرف بے حیائی اور بے غیرتی کا دور دورہ ہے۔ مسلمانوں کے اخلاق بالکل تباہ ہو گئے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں خیانت ہو رہی ہے، ایک دوسرے کے حقوق غصب کر لینا کھیل بن گیا ہے مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں اور سب سے بڑھ کر علماء جنہیں لوگوں کو ہدایت کرنا چاہیئے تھا وہی آپس میں ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔ اتہام تراشی کرتے ہیں اور اپنے پیٹ کا دوزخ بھرنے کی خاطر اسلام کی ہری بھری کھیتی کو اجاڑنے میں مصروف ہیں۔ علماء کو دوسروں کے لئے نمونہ ہونا چاہیئے تھا لیکن وہ خود تماشا بن گئے ہیں۔ ابھی اگلے دن کی بات ہے لاہور میں ضلعی حکام نے علماء کی میٹنگ بلائی اور انہیں اتحاد و اتفاق کی تلقین کی۔ میں بھی میٹنگ میں شریک تھا۔ یقین جانئے مجھے سخت صدمہ ہوا اور ندامت بھی کہ یہ علماء ہی جنہیں امن و امان قائم رکھنے اور آپس میں اتحاد و اتفاق رکھنے کی تلقین کی جا رہی ہے، اتحاد و اتفاق کی تلقین کرنا، لوگوں کو نیکیوں کی طرف بلانا اور برائی سے روکنا تو ان کی ذمہ داری تھی لیکن الٹا آج انہیں کو سمجھایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء کرام کو سمجھ عطا فرمائے اور وہ آپس میں مل بیٹھ کر ان جھگڑوں کو چکا سکیں۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اتحاد و اتفاق کی توفیق دے۔ نیکیوں سے محبت اور برائیوں سے نفرت کا جذبہ عطا فرمائے۔ کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے اور صحیح معنوں میں سچا اور کھرا محمدی مسلمان بنائے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ ہم ہر وقت ذکر اللہ میں شاغل رہیں اور نفس کو حرکات بد کرنے کی مہلت ہی نہ دیں اللہ تعالیٰ ہمیں ذکر اللہ کی کثرت سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نقد و نظر

شائق حسین بخاری

عقائد علماء دیوبند

"المہند علی المفند"

احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے "حسام الحرمین" کا جواب خود علماء حرمین شریفین کے قلم سے

صفحات ۱۳۹ قیمت ایک روپیہ ۲۵ پیسے

کتابت و طباعت مناسب ٹائیٹل سہ رنگہ

ناشر: مکتبہ حنفیہ جہلم

ملنے کا پتہ: مکتبہ تعمیر حیات حبیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور

گو زیر تبصرہ کتاب کا اردو ترجمہ عقائد علماء دیوبند کے نام سے متعدد بار شائع ہوا ہے لیکن اس کا عربی متن مع ترجمہ اردو بھی چھپ گیا ہے۔ ابتداء میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے "علمائے دیوبند کے اجمالی تعارف" کے عنوان کے تحت بلیغ انداز میں مقالہ سپرد قلم فرمایا ہے یہ ایک تاریخی دستاویز ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خانصاحب نے ایک رسالہ مرتب کیا جس میں اکابر علماء دیوبند کی عبارات کو لفظی و معنوی تحریف کر کے درج کیا گیا اور ان پر تکفیر کا فتویٰ صادر کیا اور پھر علمائے حرمین شریفین سے اس فتویٰ کی تصدیقات حاصل کرنے کے لئے مختلف ذرائع سے کام لیا گیا۔ یہ حضرات چونکہ اکابر دیوبند اور ان کی تصانیف سے پوری طرح متعارف نہیں تھے اس لئے رسالہ کی مندرجہ عبارات کے پیش نظر اپنی تصدیقات لکھ دیں بعد میں مولوی صاحب مذکور نے یہ رسالہ حسام الحرمین کے نام سے طبع کرایا۔ ان دنوں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح مدینہ منورہ میں حاضر باش تھے اور مسجد نبوی میں آپ کا درس عروج پر تھا چونکہ یہ کام نہایت راز داری میں کیا گیا حضرت مدنی رح کو اس سازش کا بعد میں پتہ چلا، مطلع ہونے کے بعد حضرت مدنی رح نے اکابر علمائے حرمین کو حقیقت حال سے مطلع کیا تو ان حضرات نے چھبیس سوالات قلمبند کر کے اکابر دیوبند کو جواب کے لئے بھیجے۔ مذکورہ سوالات کے جوابات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے فصیح عربی زبان میں مرتب فرمائے جن پر تمام مشاہیر علمائے دیوبند نے تصدیقات فرمائیں۔ ان کے علاوہ حجاز، مصر اور شام وغیرہ اسلامی ممالک کے علماء نے بھی اپنی تصدیقات سے اسے مزین کیا، مذکورہ سوالات کی روشنی میں اکابر دیوبند کے مسلک کی تشریح و توضیح کی گئی ہے یہ ایک مثالی اور متفقہ تاریخی دستاویز ہے جس میں مسلک دیوبند اصولی طور پر محفوظ کر دیا گیا ہے

آج کل علمائے دیوبند پر مختلف اقسام کے اعتراضات ہوتے رہتے ہیں ایسے تمام اعتراضات کے شبہات کا ازالہ اس کتاب سے انشاءاللہ ہو جائے گا۔

نام رسالہ: رکعات تراویح

تالیف: حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی

ناشران: مجلس علمی مفتاح العلوم مئو اعظم گڑھ بھارت

صفحات ۱۰۰ - ہدیہ درج نہیں

رکعات تراویح احناف اور اہلحدیث کے مابین اختلافی مسئلہ ہے احناف ۲۰ رکعات پر متفق اور عامل ہیں اور اہلحدیث ۸ رکعات مانتے اور پڑھتے ہیں لیکن نماز تراویح کے مسنون ہونے پر دونوں متفق ہیں۔ رسالہ مذکورہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرن اول میں اجماع و اتفاق ۲۰ رکعات پر ہی تھا خالص علمی انداز میں استدلال کیا گیا ہے رسالہ عام فہم ہی نہیں بلکہ تحقیق پر مبنی ہے اور عوام و خواص دونوں کے لئے نہایت مفید ہے جو اصحاب ۸ رکعات پر استدلال کرتے ہیں اس رسالہ کو ضرور زیر مطالعہ لائیں۔ رنگ مناظرانہ نہیں بلکہ خالصتاً علمی و ادبی ہے اور دل آزاری سے احتراز کیا گیا ہے۔ ہم قارئین خدام الدین کو اس کتاب کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔

مولانا سید محمد صادق شاہ توجہ فرمائیں

حضرت مولانا سید محمد صادق شاہ صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام نواں جنڈانوالہ ضلع میانوالی کی خدمت میں گزارش ہے کہ سفر میں تشریف لے جانے کے بعد آپ نے احباب کو کوئی اطلاع نہیں دی۔ کافی دن گزر جانے کے باوجود آپ کی کوئی اطلاع نہ پا کر تمام جماعتی دوست پریشان ہیں ان سطور کو پڑھتے ہی آپ نواں جنڈانوالہ میں پہنچیں یا خط کے ذریعہ مقامی دفتر کو اور مجھے اپنی خیریت کی فوری اطلاع دیں

محمد عبداللہ ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام ضلع میانوالی

بقیہ:۔ داستان حرم

ہیں چھ آدمیوں نے اسی وقت جام شہادت نوش کر لیا۔

ابھی آفتاب کی سنہری کرنوں نے زمین کو چھوا نہیں تھا۔ اور فجر کی نماز ادا نہیں کی گئی تھی۔ امیر المومنین اس قابل نہ تھے کہ فرائض امامت انجام نہ دے سکتے۔ اس لئے آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا

"عبدالرحمٰن! تم فرائض امامت انجام دو"

حضرت عبدالرحمٰن نے امیر کے حکم کی تعمیل کی، اور بہت ہی مختصر سورتیں پڑھ کر نماز ختم کی حضرت عمر فاروقؓ کی آنتیں شدید طور پر گھائل ہوئی تھیں اور خون فوارہ بن کر نکل رہا تھا۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر صحابہؓ کرام کی آنکھوں کے پیالے آنسوؤں سے لبریز ہو گئے تھے۔ لیکن اس وقت بھی اُن کے لب ذکر الٰہی میں متحرک تھے۔ اب مسجد نبوی سے اسلام کا ایک جلیل القدر فرزند مسلمانوں کا مایہ ناز خلیفہ، اور سرور کونین آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب رفیق گھر کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ اور اس کے گرد و پیش بے شمار سوگوار لوگ چل رہے تھے۔ راستے میں امیر المومنین نے نحیف آواز میں فرمایا۔ یہ کون تھا؟

جواب ملا — ابو لولو مجوسی

فرمایا۔ الحمد للہ کہ میں روز محشر کسی مسلمان سے خون کے بارے میں جھگڑا نہ کروں گا۔

امیر المومنین۔ اب ابو لولو، کہاں ہے؟

اس نے صحن مسجد میں خودکشی کر لی ہے۔ جواب ملا

مسجد نبوی میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ امیر المومنین کو دودھ پلایا گیا۔ جو آنتوں کے زخم کے راستے سے نکل گیا۔

لوگوں نے کہا کچھ خوف نہیں ہے

امیر المومنین نے فرمایا۔

اگر قتل کو تم خوف کہتے ہو تو وہ ہو گیا۔

پھر آسمان اسلام کا وہ بدر منیر جو مدینے سے چل کر آذربائیجان کے آسمان پر چمکا تھا۔ طبرستان میں چمکا تھا۔ آرمینیا میں چمکا تھا، اسکندریہ اور مصر پر چمکا تھا آخر کار مدینے میں غروب ہو گیا۔

ابو لولو کے خنجر سے شہید ہونے والا یہ مرد مومن — اور جلیل القدر خلیفہ حجرۂ عائشہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ آرام فرما ہے

سانحہ ارتحال

چودھری فخر الدین احمد راجوروی ناظم اعلیٰ دینی دار الفرقان بیگم پورہ لاہور مورخہ ۸ رمئی ۶۴ء کو عصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون — دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے (آمین) قارئین خدام الدین سے دعا مغفرت کی التجا ہے (سوگوار محمد عثمان طارق)

حادثہ کربلا

تاریخ ہی سے نہیں بلکہ اسلام کی اصل حقیقت سے ہے۔ یعنی وہ حقیقت جس کا صرف اسماعیل علیہ السلام کی ذات سے ظہور ہوا تھا۔ اور وہ بتدریج ترقی کرتی ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات تک پہنچ کر گم ہو گئی تھی۔ اس کو حضرت حسین علیہ السلام نے اپنی سرفروشی سے مکمل کر دیا

خاندان نبوت دنیا کے آباد کرنے کے لئے ہمیشہ اجڑتا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھربار چھوڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آوارہ گردی کی اور نبوت محمدی کے متبعین میں سے حضرت حسین علیہ السلام نے میدان کربلا کے اندر اس خانہ ویرانی کو مکمل کر دیا

حضرت اسماعیل علیہ السلام سے خاندان نبوت کا سلسلہ ملا ہوا ہے۔ انہوں نے ایک وادی غیر ذی زرع میں شدت تشنگی سے ایڑیاں رگڑی تھیں حضرت حسین علیہ السلام نے بھی میدان کربلا میں اس خاندانی روش کو زندہ کیا۔ اور غالباً یہی مقصود ہے اُن مفسرین امامیہ کا جو "وفدینٰہ بذبح عظیم" کی تفسیر میں ذبح عظیم شہادت امام علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں۔ اور اس بارے میں بعض آئمہ اہلبیت کرام علیہ السلام کے آثار نقل کرتے ہیں!

(نوٹ)
چٹ پر سرخ نشان × چندہ کے ختم ہونے کی دلیل ہے (ادارہ)

بقیہ:۔ نماز میں جماعت کی اہمیت

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ہم تھوڑا سا بھی سوچ لیتے تو یہ حقیقت منکشف ہو جاتی اور ہمارے سب بھائی مساجد میں باجماعت نماز ادا کرتے، اس لئے کہ "نماز باجماعت" ان کے لئے بے حد نفع کا باعث بنتی۔ اس لئے کہ پوری جماعت میں کسی اللہ والے کی کامل نماز سے سب کی نمازیں کامل ہو جاتی ہیں اور درجۂ قبولیت میں رکھی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی توفیق بخشیں اور حضور کی صحیح غلامی نصیب فرمائیں۔

محمد کی غلامی میں اگر ہو جاتا میں کامل
تو دنیائے ملائک بھی میرے زیر نگین ہوتی

یا خدا! فریاد ہے فریاد ہے

نبیر امرتسری

برقع و چادر کبھی تھے ستر پوش (۱) اب دوپٹہ بھی ہوا ہے بار دوش

کل تلک لیلیٰ رہی محمل نشیں (۲) آج عذرا قابل پردہ نہیں

حسن یوسف تھا کبھی زیر نقاب (۳) اب زلیخا پھر رہی ہے بے حجاب

بے حجابی سے نظر میلی ہوئی (۴) یہ وبا ہے چار سو پھیلی ہوئی

گھر کی بیگم بانوئے محفل بنے (۵) مرد و زن میں پھر نہ کیوں گاڑی چھنے

باپ خوش ہے دختر وافر تمیز! (۶) ہوتی جاتی ہے بہت ہر دل عزیز

دختر ملت کھلی پھرنے لگی! (۷) شمع پروانوں پہ خود گرنے لگی!

حامئ نسواں پتے کی بات سن! (۸) معنئ عورات مستورات سن

ستر عورت معنی مستور ہے (۹) بے حجابی کس لئے دستور ہے

عورتیں چیزیں چھپا رکھنے کی ہیں! (۱۰) یا نمائش کو کھلا رکھنے کی ہیں!

دعوت نظارہ دی جانے لگی (۱۱) ملک خود تقسیم کی جانے لگی!

دوستوں سے ہاتھ ملوایا گیا (۱۲) آپ اپنے پر ستم ڈھایا گیا

سیر گاہوں میں مداراتیں بھی ہیں! (۱۳) بند کمروں میں ملاقاتیں بھی ہیں

گھر ہے ویرانہ، کلب آباد ہے (۱۴) یا خدا! فریاد ہے فریاد ہے

بقیہ: حسن و حسین دنیا میں میرے پھول ہیں

خلفائے راشدین نے اپنے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کی دلدہی اور دیکھ بھال کا ہمیشہ خیال رکھا، حضرت علیؓ تو خیر باپ ہی تھے علم و حکمت، شہسواری، شمشیر زنی اور فنون حرب دونوں بھائیوں نے اپنے والد ماجد سے سیکھے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی بڑا خیال تھا انہوں نے فرمایا تھا۔

میں اہل بیت پر اسی طریقہ سے خرچ کروں گا جس طرح کہ حضورؐ خرچ فرمایا کرتے تھے

فاروق اعظمؓ نے ایک مرتبہ تقسیم کے وقت دونوں بھائیوں کو دس دس ہزار درہم دیئے اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے "میری خدمات زیادہ ہیں مگر مجھے ان سے کم رقم ملی، حضرت عمرؓ بیٹے کی اس بات پر برہم ہوگئے اور فرمایا۔

عبداللہ تمہاری بات سے مجھے رنج ہوا کیا تمہارا نانا ان کے نانا کے مانند ہے کیا تمہاری ماں ان کی ماں کے برابر ہے کیا تمہاری نانی ان کی نانی کے درجہ کی ہے... سنو ان کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی والدہ فاطمہ زہرا رضؓ اور ان کی نانی خدیجۃ الکبریٰ ہیں

ایک مرتبہ یمن سے حلے آئے تھے جو لوگوں میں تقسیم ہو گئے تھے جب لوگ یہ حلے پہن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کو سلام کرنے آ رہے تھے تو حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی آئے مگر ان کے جسم پر حلہ نہیں تھا حضرت عمرؓ بے قرار ہوگئے اور فرمایا۔

"لوگو! تمہارے لباس پہننے سے مجھے خوشی نہیں ہوئی کیونکہ ان دونوں کے جسم پر مجھے حلے نظر نہیں آئے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت حاکم یمن کو دو قیمتی حلے بھیجنے کے لئے لکھا جب وہ آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو پہنایا اور فرط مسرت سے بولے "اب مجھے سچی خوشی حاصل ہوئی ہے۔

(محمود احمد فاروقی)

نوٹ:۔ خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دے دینا نہایت ضروری ہے (ادارہ)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۳۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۲۷۳۰-۲۲۸۱ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء

قرآن کریم مترجم وبا تفسیر انگریزی

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے ترجمہ اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے حاشیہ کو علامہ مذکور علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی اور حضرت شیخ الہند کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب عثمانی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اشفاق احمد صاحب زاد اللہ شرفہٗ و دامت برکاتہٗ (ایم، اے، ایم ایس سی) نے انگریزی زبان میں منتقل فرمایا ہے۔ انگریزی دان طبقہ مغرب اور مشرق میں قرآن کریم کے صحیح پیغام اور علوم سے تقریباً بے بہرہ ہے۔ مستشرقین، قادیانیوں اور پرویزیوں کے غلط لٹریچر نے اسلامی افکار کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے اور یہ حضرات زیادہ تر انہی لوگوں کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ ایسے حضرات اس نعمت سے فائدہ اٹھائیں۔ ایک ایک پارہ معہ متن (عربی) شائع کیا جا رہا ہے — کاغذ دو قسم کا استعمال کیا گیا ہے۔ اصلی آرٹ پیپر اور سپر کیلنڈر کاغذ۔ آرٹ پیپر ہدیہ پہلا پارہ (پاکستان و بھارت میں) چھ روپے -/۶ محصولڈاک بذمہ خریدار

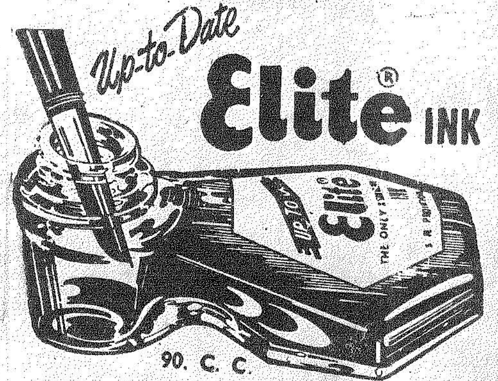
(بیرونی ممالک میں) بارہ شلنگ — سپر کیلنڈر کاغذ چار روپیہ

(" ") آٹھ شلنگ نوٹ: نمونہ کے لئے پیسے کا ٹکٹ بھیجئے۔

ملنے کا پتہ

(۱) مکتبہ مطلوب نمبر ۶ شرف آباد ہاؤسنگ سوسائٹی شہید ملت روڈ کراچی نمبر ۵ (مغربی پاکستان)

(۲) مکتبہ محمود ۲ رسول پورا سٹریٹ، اچھرہ لاہور ۱۲ (مغربی پاکستان)



الائیٹ انک

بلند معیاری ہی کے سبب مقبولِ عام ہے

ایس این پروڈکشنز پوسٹ بکس نمبر 141 لاہور

مطبوعات انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور

(۱) ضرورت القرآن ۲۰ پیسے محصولڈاک ۱۳ پیسے (۲) مقصد قرآن ۲۰ پیسے محصولڈاک ۱۳ پیسے (۳) استحکام پاکستان ۲۰ × ۱۳ (۴) اصلی حقیقت عکسی ۲۰ × ۱۳ ان کے علاوہ دیگر پمفلٹ بھی مل سکتے ہیں (دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور)

علم یا جہالت؟ آزمائش

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔ اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالی جانی اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت اور یہی ہدایت پانے والے ہیں
(پ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴، ۱۵۶)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے اس پر خوش ہونے والے ہیں (پ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۶۹)

لوگ قرآن پاک میں غور کیوں نہیں کرتے کیا اُن کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں (سورہ محمد پ۲۶)

مبلغ (خاموش)